بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

[illegible] ۱۴۱۶ھ

اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے
ہیں تو اُس کو دین میں فہم عطاء فرما دیتے ہیں (صحیح بخاری)

بدعاتِ رمضان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: بدعاتِ رمضان

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۴ر شوال ۱۴۱۹ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

بدعاتِ رمضان

(۴ر شوال ۱۴۱۹ھ)

اَلحَمدُلِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَا وَمِن سَیِّاٰتِ اَعمَالِنَا مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشھَدُاَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ وَنَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحبِہٖٓ اَجمَعِینَ.

اَمَّا بَعدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ. بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ.

یٰٓاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا مَن یَّرتَدَّ مِنکُم عَن دِینِہٖ فَسَوفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَومٍ یُّحِبُّھُم وَیُحِبُّونَہٗٓ لا اَذِلَّۃٍ عَلَی المُؤمِنِینَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الکٰفِرِینَ ز یُجَاھِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُونَ لَومَۃَ لَآئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ ○ (۵-۵۴)

’’اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں

پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔‘‘

رمضان کی حکمت:

رمضان میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے اللہ کا بندہ کہلانے والا صحیح طور پر اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کا بندہ تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی ہر نافرمانی سے بچے، جو ہر نافرمانی سے نہیں بچتا وہ کتنے ہی دعوے کرتا رہے مگر وہ اللہ کا نہیں نفس و شیطان کا بندہ ہے۔ وعظ ’’رمضان ماہ محبت‘‘ چھپا ہوا ہے اس میں بہت تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے بچانے کے کتنے نسخے بیان فرمائے ہیں۔ جو شخص ان نسخوں کو استعمال کرے گا وہ گناہوں سے بچ جائے گا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

رمضان گذرنے کے بعد شوال کے بالکل شروع میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ میرے سامنے آیا جس کا نام ہے ’’تطہیر رمضان‘‘ یعنی رمضان کو گناہوں سے پاک کرنا۔ یہ وعظ ۲۱ رشعبان ۱۳۱۹ ہجری میں ہوا ہے۔ آج سے سو سال پہلے، پوری ایک صدی گذر گئی۔ اسے پڑھ کر ادھر توجہ ہوئی کہ رمضان کے بارے میں بیان تو ہوتے رہتے ہیں، اس کی کیسٹیں بھی ہیں مطبوع وعظ بھی ہے۔ ان سب میں یہی تفصیل ہے کہ رمضان ماہ محبت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور بڑھانے کے نسخے ہیں مگر میں نے کبھی رمضان میں ہونے والے گناہوں کی تفصیل نہیں بتائی کہ رمضان میں یہ یہ گناہ ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے گناہ لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں جب تک ان گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اللہ کی محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان سے ایک مہینہ پہلے شعبان میں اسی پر بیان فرمایا۔ امت میں

جو درد ہوتے تھے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وہی نبض پکڑتے تھے اور اسی پر بیان فرماتے تھے، وعظ کا نام بھی دیکھیے کیسا عجیب رکھا ''تطہیر رمضان'' رمضان کو گناہوں سے منکرات سے، بدعات سے پاک کرنا۔

وعظ ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے:

جن جن اوقات میں بدعات ومنکرات ہو رہے ہوں ان پر وعظ وتنبیہات اسی زمانے میں یا اس سے پہلے قریبی زمانے میں ہونی چاہئیں۔ رمضان کی بدعات ومنکرات کے بارے میں لوگ ٹیلیفون پر پوچھتے رہتے ہیں انہیں فرداً فرداً تو بتا تا رہا ہوں کہ یہ ناجائز ہیں لیکن اہتمام سے کسی عام مجمع میں اس پر بیان نہیں ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جس زمانے میں جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اس پر بیان فرماتے تھے اسی لیے تو حکیم الامۃ ٹھہرے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند میں بہت اونچے استاذ تھے، صحیح مسلم پڑھاتے تھے، میرے بھی استاذ ہیں۔ بہت بڑے عالم تھے، بڑا عالم ہونے کے لیے دیوبند کا نام ہی کافی ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام بہت بلند تھا بہت بلند، پڑھانے کا طریقہ ایسا سلیس، تقریر ایسی بہترین کہ جو بیان فرماتے تھے بات دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی انداز بیان کی خوبی کے ساتھ چہرے پر دلکش مسکراہٹ، بہت عجیب شخصیت تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ انہوں نے سبق کے دوران حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا میں ان کے وعظ کے سوا کسی عالم کے وعظ میں ہرگز نہیں جاتا صرف ان کے وعظ میں جاتا ہوں۔ حالانکہ عمر کا کوئی زیادہ فرق نہیں ہوگا پھر ان کا منصب بھی اتنا بڑا کہ دارالعلوم دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ میں سے تھے۔ مسند دارالحدیث پر بیٹھنے والے اور پھر وہاں حدیث کے طلبہ کئی کئی سو ہوتے تھے اتنے بڑے مجمع میں اعتراف کر رہے

ہیں کہ میں صرف ان کا وعظ سننے جاتا ہوں اس لیے کہ وہ ایسی چیزیں بیان فرماتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، امت میں جو درد ہوتا ہے جو روگ ہوتا ہے اس کی نبض پکڑتے ہیں اس کو ٹھیک کرتے ہیں جبکہ دوسرے علماء ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں ضرورت کی چیزیں بیان نہیں کرتے۔

دوسروں تک بات پہنچانے کا طریقہ:

ایک بات اور سمجھ لیں تاکید کیا کرتا ہوں، فون پر لوگوں کو بتاتا رہتا ہوں اور آپ سب لوگوں کو پھر تاکید کرتا ہوں اس پر عمل کریں دوسروں کو بھی بتائیں وہ یہ کہ بعض مسائل ایسے بتائے جاتے ہیں کہ دوسرے لوگ انہیں نہیں مانتے کبھی تاویلیں کرتے ہیں اور کبھی میرے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تو بڑا سخت ہے، ان کے سامنے میرا نام نہ لیا کریں بلکہ انہیں یہ بتایا کریں کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اصلاح الرسوم'' میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''امداد الفتاویٰ'' میں لکھا ہے، ان کا نام لیں کیونکہ اگر میرا نام لیتے ہیں تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا سخت ہے۔ کوئی ان لوگوں سے یہ پوچھے کہ سخت کا کیا مطلب ہے؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بتاتا ہوں، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ و رسول بہت سخت ہیں۔ میں کوئی اپنی طرف سے باتیں تھوڑا ہی بناتا ہوں، میں باتیں بناتا نہیں بتاتا ہوں، اپنے اللہ کے قوانین بتاتا ہوں۔

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت کے دو قصے:

ذرا آج حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حالات بھی سن لیجیے زیادہ نہیں صرف دو قصے آپ کی استقامت کے سناؤں گا تاکہ کچھ سمجھ لیں کہ کون تھے حکیم الامۃ۔ یاد رکھیے اور دوسروں کو بھی پہنچایئے۔

۱ بھتیجی کی شادی:

آپ کی بھتیجی کا نکاح تھا کسی دوسرے شہر میں نہیں وہیں تھانہ بھون میں۔آپ بھائی کو بتائے بغیر بارات آنے سے پہلے تھانہ بھون چھوڑ کر قریب میں کوئی گاؤں تھا بھینسانی وہاں چلے گئے اور کسی سے کہہ دیا کہ اگر بھائی مجھے ڈھونڈیں تو انہیں بتادیں کہ وہ کہیں چلا گیا ہے۔حالانکہ اس شادی میں کوئی منکرات وخرافات وغیرہ نہیں تھیں شاید محض یہ بات ہو کہ اتنی بڑی بارات کیوں آرہی ہے، شادی کے لیے تو ایک آدمی بھی کافی ہے۔میری شادی کیسے ہوئی انوار الرشید میں آپ لوگوں نے پڑھا ہی ہوگا ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں نے نہ پڑھا ہو تو چلیے سن لیجیے۔میری بارات میں ڈھائی آدمی تھے ایک تو میں، ویسے تو مجھے بارات میں شمار کرنا صحیح نہیں کیونکہ دولہا تو بارات میں شمار نہیں کیا جاتا، اس لیے بارات میں کل ڈیڑھ آدمی ایک حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک چھوٹا بھائی وہ چونکہ نابالغ تھے اس لیے انہیں آدھا شمار کررہا ہوں۔آپ بتائے بغیر بھینسانی تشریف لے گئے۔بھائی نے تلاش کروایا تو وہ کہیں مل ہی نہیں رہے۔قریب قریب جو گاؤں تھے وہاں آدمی بھیجے ان میں سے کوئی بھینسانی بھی پہنچ گیا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ بھائی سے جا کر کہہ دو کہ زندہ ہوں صحیح سلامت ہوں جب بارات واپس چلی جائے گی میں آجاؤں گا۔بارات کے جانے کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے، یہ ہیں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲ ختنے کی رسم:

کسی کے ہاں ختنے کی رسم تھی۔اس نے ختنے کی دعوت دی اور دھوکہ دینے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ ایسے ہی اکابر علماء دیوبند کی دعوت کررہے ہیں۔دیوبند کے بڑے بڑے اساتذہ اس دعوت میں تشریف لے گئے۔حضرت حکیم الامۃ جب وہاں پہنچے تو دستور کے مطابق ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز آئی کہ ختنے کی دعوت ہے، حضرت تصنیف کا کام ساتھ

لے گئے تھے اور احتیاطاً لالٹین بھی اپنی ساتھ لے لی تھی جیسے ہی یہ سنا کہ یہ ختنے کی دعوت ہے کسی کو بتائے بغیر لالٹین اٹھائی اور چل پڑے۔ رات کا وقت اور راستہ بھی کیسا کہ فصلوں میں سے، ایسے مشکل اور پر خطر رستے سے گزرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے ٹکٹ لیا اور سوار ہو کر سیدھے تھانہ بھون۔

بات ہو رہی تھی حضرت حکیم الامۃ کے وعظ "تطہیر رمضان" کی اس وعظ میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی بدعت کے بارے میں فرمایا کہ یہ بری رسم اور بدعت اتنی جڑ پکڑ گئی ہے اتنی گہری اتر گئی ہے کہ علماء خواص اور عوام سب مل کر اس کو ختم کرنے کی پوری کوشش کریں تو پچاس سال سے پہلے ختم نہیں ہوگی اس کو ختم کرنے میں کم سے کم پچاس سال لگیں گے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ سب مل کر اسے ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی کم سے کم پچاس سال لگیں گے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب تو سو سال ہو گئے، سو سال میں ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی اس کی وجہ کیا ہے؟ اس وجہ کو جتنا سوچیں گے اسی قدر ہدایت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تو یہ فرمایا کہ سب مسلمان عوام و خواص اسے ختم کرنے پر لگ جائیں تو پچاس سال لگیں گے، لیکن ختم کرنے پر لگے ہی نہیں۔ آپ بتائیں آپ نے کسی مولوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسم بدعت ہے اس کو ختم کریں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس زمانے کے مولویوں سے کوئی کہے کہ یہ کام بدعت ہے ناجائز ہے، اسے چھوڑنا چاہیے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ ارے یہ کہاں سے نکل آیا یہ تو بڑا سخت ہے عجیب عجیب باتیں نکالتا رہتا ہے، پاگل ہے، اس کی بات تو ماننا ہی نہیں چاہیے، عام طور پر مولوی لوگ شاید ایسے ہی کہیں گے، اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔

اس سے پہلے مجھے عام خطاب کے ذریعہ اس بدعت کی اصلاح کی طرف توجہ اس لیے نہ ہوئی کہ مجھے اس بدعت کے اس قدر عام ہونے کا علم ہی نہ تھا۔ ہماری آنکھ جس ماحول میں کھلی اس میں اس بدعت کا کوئی نام ونشان نہیں تھا پھر ذرا ہوش سنبھالنے پر

زندگی مدارس دینیہ میں گذری وہاں بھی اس بدعت کا کوئی وجود نہ تھا ؎

یہی فردوس ہے جس میں ہوئی ہے ابتدا میری
اسی فردوس میں ہو یا الٰہی انتہا میری

وعظ ''تطہیر رمضان'' جب نظر سے گذرا تو مجھے خیال ہوا کہ اگرچہ اب اس کا موقع تو گزر گیا یہ بیان ہونا چاہیے تھا شعبان یا رمضان میں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈال دی کہ رمضان میں ہونے والے کبیرہ گناہ جنہیں لوگ ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے تاکہ آیندہ کے لیے شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ رمضان میں جن فساوات کا بیان کروں گا ان میں سے اکثر تو بدعات ہی ہیں لیکن بعض بدعات نہیں صرف رسوم قبیحہ ہیں تغلیباً اس بیان کا نام ''بدعات رمضان'' رکھ دیا ہے۔

ارتداد کے درجات:

بیان کے شروع میں جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ارتداد کا ذکر ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ارتداد کے لغوی معنی ہیں کسی بات سے پھر جانا۔ اس ارتداد کے مختلف درجات ہیں:

پہلا درجہ:

عام کافر، کافروں کے گھروں میں جو پیدا ہوئے وہ اس معنی میں مرتد ہیں کہ وہ قول سے پھر گئے۔ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے جو عہد لیا تھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (۷-۱۷۲)

''کیا میں تمہارا رب نہیں؟''

سب نے بلا سوچے سمجھے، بلا تاخیر یک زبان ہو کر کہا: بَلٰی ''ہاں ہاں تو ہمارا رب ہے'' یہ کہہ کر اللہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ دنیا میں بھی اگر کسی بادشاہ کی حکومت کو تسلیم کیا

جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ صرف زبان سے یہ اقرار کرتے رہیں کہ آپ بادشاہ ہیں ہم آپ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین پر اس کے احکام پر بالکل عمل نہ کریں، اسے حکومت کو تسلیم کرنا نہیں کہتے ،حکومت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ہر حکم کو مانیں گے کسی بھی حکم کے خلاف نہیں کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جتنی بھی اولاد قیامت تک پیدا ہوگی سب نے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کیا ہے کہ یا اللہ! تو ہمارا رب ہے ہم تیرا ہر حکم مانیں گے پھر جب دنیا میں آئے تو کافروں کے ہاں پیدا ہونے والے اپنے ماں باپ وغیرہ کے اثر سے کافر ہو گئے، اس طرح اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اس سے پھر گئے اس لحاظ سے وہ بھی مرتد ٹھہرے۔

دوسرا درجہ:

مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسلام سے انکار کر دیا، اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا یا لا مذہب ہو گئے دہریہ وغیرہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

تیسرا درجہ:

اسلام سے تو انکار نہیں کرتے مگر اسلام کا معنی، مطلب، مفہوم اپنی طرف سے گھڑ لیا۔ جو مطلب اور مفہوم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس کو چھوڑ کر الحاد کیا اپنی طرف سے کچھ مطلب بنا لیے یہ بھی مرتد ہیں۔ انہیں ''زندیق'' کہتے ہیں جیسے شیعہ، قادیانی، آغا خانی، منکرین حدیث، ذکری وغیرہ۔ یہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں مگر درحقیقت مسلمان نہیں اسلام کے عقائد کے منکر ہیں یہ بھی مرتد ٹھہرے کہ جو قول وقرار کیا تھا اس سے پھر گئے۔ یہ لوگ دوسرے کفار و مرتدین سے بدتر ہیں یہ بدترین کفار ہیں سزا کے معاملہ میں بھی ان کا حکم دوسرے کفار و مرتدین سے مختلف ہے کہ گرفتاری کے

بعد ان کی توبہ قبول نہیں انہیں قتل کردینے کا حکم ہے جب کہ دوسرے کفار و مرتدین کی گرفتاری کے بعد بھی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

چوتھا درجہ:

توحید و رسالت میں تو دخل اندازی نہیں کی، الحاد نہیں کیا مگر دوسرے احکام میں انہوں نے بھی الحاد کیا جیسے بدعتی لوگ وہ بھی اسلام میں تحریف کرتے ہیں۔ اسلام سے انکار نہیں کر رہے لیکن اسلام کے احکام جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ان میں پیوند کاری شروع کردی اس پر بہت تفصیل سے بیان ہوتے ہی رہتے ہیں کہ بدعتی کا گویا خیال یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا پتا ہی نہیں چلا ان پر الگ سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا ہے، ان پر تو شیطان نازل ہوتا ہے۔ اس معنی میں یہ بھی مرتد ٹھہرے۔

پانچواں درجہ:

اگر کسی کے عقائد بالکل صحیح ہوں توحید و رسالت کا بھی در پردہ انکار نہیں کیا، بدعتی بھی نہیں مگر ویسے گناہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے، ڈاڑھی منڈاتا کٹاتا ہے، عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور مرد ٹخنے ڈھانکتے ہیں یا ٹی وی وغیرہ دیکھتے ہیں ایسے ایسے جو گناہ کرتے ہیں لغوی معنی کے اعتبار سے یہ بھی مرتد ہیں۔ بات وہی ہے ہر مرحلہ میں یاد رکھیے ارتداد کے معنی ''قول و قرار سے پھر جانا'' ازل میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا کہ یا اللہ! ہاں تو ہمارا رب ہے تیری ہر بات مانیں گے، اس کے بعد جب مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے پھر اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار نہیں کیا قبول کرلیا کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان کے معنی ''تابع ہو کر رہنے والا'' دوبارہ اقرار کرلیا کہ یا اللہ! تیرے ہر حکم کے تابع رہیں گے، اس کے بعد ذرا ہوش سنبھالا تو کلمۂ شہادت پڑھنے لگے مجبور ہو کر نہیں کسی غلط فہمی سے نہیں سوچ سمجھ کر یہ

کلمہ پڑھا تو تیسری بار پھر یہ اقرار کرلیا کہ یا اللہ! ہم تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ حکومت صرف تیری ہے، تیرے حکم کے مقابلہ میں ہم کسی کا حکم نہیں مانیں گے نہ نفس کا، نہ شیطان کا، نہ کسی حاکم کا، نہ کسی رشتہ دار کا، نہ کسی دوست کا، کوئی قوت، کوئی عظمت، کوئی محبت، کوئی تعلق تیرے حکم کے مقابلے میں آجائے تو ساری دنیا کو ٹھکرادیں گے صرف تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ یہ معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ کے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا یا اللہ! تو نے لا الٰہ الا اللہ کہنے کی توفیق عطا فرمائی تیری اس رحمت کے صدقہ سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو اس کلمہ کا مطلب اور اس کی حقیقت ہم سب کے دلوں میں صحیح معنوں میں اتار دے، اپنی مرضی کے مطابق مسلمان بنادے۔

یہ پانچ قسمیں ہیں مرتد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ارشادات میں ایسے لوگوں کو بھی کافر فرمایا ہے جو ویسے اصطلاحی معنی میں کافر نہیں مسلمان ہی ہیں مگر مسلمانوں کے بعض کاموں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کفر ہے اور بعض مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کافر ہیں، مثال کے طور پر فرمایا جس نے نماز قصداً چھوڑ دی خواہ ایک نماز ہی کیوں نہ چھوڑی ہو **فقد کفر. قد** پکی بات **کفر** صیغۂ ماضی وہ بھی تحقق کے لیے، پکی پکی بات یہ ہے کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا حالانکہ مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا، یہاں بات وہی ہے جیسے میں نے ارتداد کے بارے میں بتایا کہ ارتداد کے کئی درجات ہیں اسی طرح کفر کے بھی کئی درجات ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب رکھا ہے: **باب کفر دون کفر.** جس کا مطلب یہ ہے کہ کفر کے کئی درجات ہیں۔ بعض کفر تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب کوئی وہ کفریہ کام کرتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس کے احکام مسلمانوں جیسے نہیں رہتے اور بہت سے کفر ایسے ہیں جو ہیں تو کفر لیکن ان کا ارتکاب کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس کا نکاح مسلمانوں میں کیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی

جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور وراثت بھی مسلمانوں میں جاری ہوگی۔ اسلام سے خارج نہیں مگر کسی درجہ کا کافر وہ بھی ہے، دراصل کفر کے معنی ہیں ''ناشکری'' اور اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی اس کی ناشکری ہے غرضیکہ ارتداد اور کفر اصطلاحی کفر سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو شامل ہیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کامل درجہ میں موجود ہو، فرمایا:

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ

محبت کا معیار کیا ہے کون سی محبت اللہ کے ہاں قبول ہے وہ جو اس کی نافرمانیاں چھڑوادے پھر آگے اپنے محبوب بندوں کی حالت بیان فرمائی:

اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ

مؤمنین کاملین پر مہربان اور کافرین، فاسقین پر سخت۔ آگے پھر اس کی تشریح فرمائی کہ وہ کافرین اور فاسقین پر کیسے سختی کرتے ہیں:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

یہ ہر قسم کے جہاد کو شامل ہے۔ مختلف قسم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے جو طریقہ بھی ضروری ہوتا ہے اسے اختیار کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو برائیوں سے روکنے کے بارے میں ان کا حال یہ ہے:

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

وہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے میں کسی کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے ان کے دلوں میں بس ایک ہی لگن ہوتی ہے کہ اللہ کی زمین سے فتنہ وفساد ختم کر کے امن قائم کیا جائے اور امن صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

یہاں اس وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو آیت کا بیان سے ربط معلوم ہو جائے کسی کو یہ اشکال نہ ہو کہ آیت تو ارتداد کے بارے میں ہے جب کہ بیان میں ارتداد کی

بجائے بدعات ومنکرات کا ذکر ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ تعجب ہوتا ہوگا خاص طور پر علماء کو کہ یہ آیت کوئی پڑھ دیتا ہے حدیث کوئی پڑھ دیتا ہے بیان کچھ اور ہوتا رہتا ہے اس کی وجہیں دو ہیں:

① بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ میں جو بیان کرنا چاہتا ہوں اسی کے مطابق آیت پڑھتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ دل میں باتیں کچھ اور ڈال دیتے ہیں اس لیے کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد بیان سے پہلے یہ دعاء کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! وہ باتیں کہلوادے جو پوری امت کے لیے نافع ہوں پہلے دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! حاضرین کے نفع کی باتیں کہلوادے لیکن اب جب سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی رحمت سے میری آواز کیسٹوں کے ذریعہ، کتابوں کے ذریعہ پوری دنیا میں پہنچ رہی ہے جہاد کے علم بردار ''ضرب مؤمن'' کی ضربات بھی پوری دنیا میں خوب خوب لگ رہی ہیں تو اب ادھر توجہ ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایک چھوٹی سی آواز کو پوری دنیا کے کونے کونے میں، چپے چپے میں پہنچا رہے ہیں تو اب میں صرف حاضرین کے نفع کی دعاء کیوں کروں؟ اس لیے اب یوں دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے علم میں پوری امت کے لیے جو باتیں نافع ہوں وہ میرے دل میں ڈال دے، میری زبان سے کہلوادے، آیت میں وہ پڑھتا ہوں جس پر بیان کا ارادہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ دل میں کچھ اور ڈال دیتے ہیں تو بیان کا رخ اس جانب مڑ جاتا ہے اور جو بات شروع ہوئی تھی وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔

② کبھی یوں ہوتا ہے کہ جو آیت میں بیان کے شروع میں پڑھتا ہوں اس میں وہ مضمون ہوتا ہے جو بیان کرنا چاہتا ہوں بات اسی کے بارے میں ہوتی ہے مگر عوام تو عوام خواص اور علماء کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس آیت سے میں نے یہ مضمون کیسے نکالا؟ جب تک میں اس کی وضاحت نہ کروں کہ اس آیت کا بیان سے کیا تعلق ہے اس وقت تک لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔ اسی طرح اس بیان کے شروع میں بھی میں نے جو آیت پڑھی ہے ہوسکتا ہے اس کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ بیان تو بدعات

ومنکرات کے بارے میں ہے پھرارتداد کی آیت کیوں پڑھی اسی لیے میں نے وضاحت کردی کہ جو گناہ بھی ہو جس نوعیت کا ہو وہ ارتداد میں داخل ہے۔اس بیان میں صرف ان گناہوں کے بارے میں بتاؤں گا جن کا تعلق رمضان سے ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل اپنی مرضی کے مطابق کہلوادیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

رمضان میں گناہوں کی کثرت:

رمضان میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عام دنوں میں جو گناہ ہوتے ہیں لوگ ان سے بھی تائب ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥ (۲-۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔''

یہ مضمون بہت تفصیل سے وعظ ''رمضان ماہ محبت'' میں آچکا ہے کہ رمضان میں گناہ چھڑانے کے نسخے ہیں۔اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو گناہ پہلے سے کر رہے ہیں رمضان میں سارے کے سارے چھوٹ جاتے مکمل طور پر اللہ کے بندے بن جاتے مگر وہ گناہ چھوٹنے تو رہے الگ رمضان میں عام دنوں کی بنسبت زیادہ گناہ کرتے ہیں، الٹا ریورس گیئر لگ جاتا ہے۔رمضان میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ دوسرے گناہوں کی بنسبت زیادہ بڑے گناہ ہیں۔ان گناہوں کے زیادہ بڑے اور زیادہ خطرناک ہونے کی وجوہ یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان گناہوں سے بچنے کا نسخہ ہے۔یہ ایک نسخہ نہیں اس میں کئی نسخے ہیں پھر بھی جو انسان گناہ نہیں چھوڑتا بلکہ پہلے سے زیادہ گناہ کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے کتنی بڑی بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمارہے ہیں کہ رمضان

میں تمہارے گناہ چھوٹ جائیں گے لیکن یہ اور زیادہ گناہ کر کے گویا اللہ تعالیٰ کو تحدی (چیلنج) کر رہا ہے کہ تو کہتا ہے گناہ چھوٹ جائیں گے ہم تو اور زیادہ بغاوت کر رہے ہیں۔

② مبارک مہینے میں جیسے عبادات کا ثواب زیادہ ایسے ہی مبارک مہینے میں گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوگا۔

③ رمضان میں لوگ جو گناہ کرتے ہیں ان کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس کا گناہ تو بہت ہی بڑا بہت ہی بڑا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بدعت کا گناہ بڑے سے بڑے گناہ سے زیادہ ہے۔ بدعت بہت بڑا جرم ہے کیونکہ:

① بدعتی اپنے علم کو اللہ کے علم سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم سے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ کسی کو پتا نہیں تھا کہ یہ ثواب کے کام ہیں اسے پتا چل گیا۔

② یہ متوازی حکومت بنانا ہے۔ کسی حکومت کے مقابلے میں کوئی اپنی حکومت قائم کرلے تو یہ باغی ہے اور باغی کی سزا موت ہے۔ ویسے کوئی کتنے بڑے گناہ کرے، کسی حکومت کی نافرمانیاں کرے مگر اس کے مقابلہ میں متوازی حکومت نہ بنائے تو ہوسکتا ہے کہ حکومت کبھی اسے معاف کردے لیکن جو شخص کسی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہے وہ تو کسی حال میں بھی قابل معافی نہیں ہوتا۔ یہ بدعتی لوگ جو اپنی باتیں گھڑ گھڑ کر دین میں داخل کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اللہ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

آج کے مسلمان کے خودساختہ اعمال کی حقیقت:

آج ایک کلیہ، ایک اصول بتادوں اس کے بارے میں جتنا زیادہ غور کریں گے بات دلوں میں اترے گی۔ یا اللہ! جو بات میں اب کہنے لگا ہوں اسے سننے والوں کے دلوں میں اور جہاں تک میری یہ بات پہنچے ان سب کے دلوں میں اتار دے۔ یہ بات

خوب خوب سوچئے کہ جو اعمال، جو عبادات شریعت سے ثابت نہیں لیکن آج کا مسلمان انہیں ثواب سمجھ کر رہا ہے ان کے پس پشت دو چیزیں ہوتی ہیں:

① کھانے پینے کا دھندا، جہاں بھی کوئی کام کرے گا تو پیٹ سامنے ہوتا ہے پیٹ۔

② شہرت اور نام و نمود۔

آپ جہاں بھی دیکھیں گے جہاں بھی جتنی بدعتیں ہیں ان میں یہ دونوں چیزیں یا دونوں میں سے ایک ضرور ہوگی۔ ان میں سے پہلی جو ہے کھانے پینے کا دھندا وہ حب مال کا شعبہ ہے اور نام و نمود حب جاہ ہے۔ حب جاہ اور حب مال یہ دونوں چیزیں انسان کو گمراہ اور تباہ کر رہی ہیں دونوں کے مجموعے کا نام ہے حب دنیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۳۱-۳۳)

''دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

حب الدنیا رأس کل خطیئة (بیہقی)

''ہر گناہ کی بنیاد حب دنیا ہے۔''

رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست:

اب رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست گنواؤں گا ایک ایک میں سوچتے جائیں کہ یہ دونوں خرابیاں یا دونوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی۔ پہلے فہرست سنیے پھر ایک ایک کر کے تفصیل ہوتی رہے گی۔

① قاری اور سامع کی اجرت۔

② تراویح کی متعدد جماعتیں۔

③ خواتین کا مسجد میں جانا۔

④ عورتوں کی جماعت۔

⑤ شبینہ۔

⑥ چندروزہ ختم۔

⑦ ستائیسویں رات میں ختم۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت۔

⑨ بسم اللہ پڑھنا۔

⑩ تکرار سورۃ اخلاص۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا۔

⑮ روزہ کشائی۔

⑯ افطار پارٹی۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا۔

㉑ سویاں پکانے کا التزام۔

㉒ سویوں کا مبادلہ۔

㉓ نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء۔

㉔ نماز عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ۔

㉕ عید مبارک کہنا۔

㉖ عیدی لینا دینا۔

㉗ عید پر نیا جوڑا اپنانا۔

㉘ شش عید منانا۔

① قاری اور سامع کی اجرت:

رمضان کے گناہوں میں سب سے پہلا گناہ یہ کہ حافظ اور سامع کو تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے معین کرتے ہیں تو کبھی تو ان کی اجرت معین کر دیتے ہیں اور کبھی بلا تعیین خدمت کے نام سے اُجرت دیتے ہیں، یہ دونوں طریقے ناجائز ہیں۔ قرآن مجید سننا سنانا خالص عبادت ہے اس پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام بہت سخت گناہ ہے۔

اشکال:

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ امام بھی تو عبادت کرتا ہے نماز پڑھانا عبادت ہے، مؤذن جو اذان دیتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مسجد کا خادم خدمت کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، معمار جو مسجد کی تعمیر کا کام کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مدارس دینیہ میں علماء جو پڑھاتے ہیں وہ بھی عبادت ہی کرتے ہیں بلکہ یہ تو سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین امت کو سکھائے جائیں، علم دین کی تعلیم دی جائے یہ سب سے بڑی اور بنیادی عبادت ہے تو کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مولوی لوگ مسئلہ ایسے ہی بتاتے ہیں اپنے لیے تو ہزاروں ہزاروں تنخواہیں جائز کر رکھی ہیں لے بھی رہے ہیں غٹ غٹ کھا بھی رہے ہیں اور بیچارے قاری صاحب اور سامع صاحب گیارہ مہینے تو انتظار کرتے رہے کوئی اچھی سی مسجد مل جائے، بڑے بڑے سیٹھوں کی کوئی مسجد مل جائے، گیارہ مہینے وظیفے پڑھتے رہے کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے۔

کوئی آ پھنسے:

گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب تھے۔ عطائی اس حکیم کو کہتے ہیں جس نے کہیں

سے باقاعدہ علم طب کی سند نہ لی ہو بلکہ یوں ہی ادھر ادھر سے نسخے معلوم کر کے بیٹھ گئے ایک تندرست ہوا تو دس مارے جیسے ایک حکیم صاحب کا قصہ ہے کہ جب قبرستان کے قریب سے گذرا کرتے تو سر پر رومال لے کر سر کو جھکا کر جلدی سے گذر جاتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قبرستان میں جو دفن ہیں اکثر میرے ہی مارے ہوئے ہیں اس لیے شرم کی وجہ سے اوپر رومال لے کر گردن جھکا کر جلدی سے گذر جاتا ہوں۔ گاؤں میں جو حکیم صاحب تھے ان کے پاس کبھی کبھی کوئی پھنس جاتا تھا۔ کبھی کبھی پھنسنے کی وجہیں دو ہیں ایک وہی کہ عطائی تھے باقاعدہ حکیم نہیں تھے۔ دوسری بڑی بات یہ کہ گاؤں کے لوگ کم بیمار ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ مرغن غذائیں نہیں کھاتے غذا سادہ ہوتی ہے اور بار بار نہیں کھاتے ہر وقت چرتے نہیں رہتے۔ ورزش بہت کرتے ہیں، ان کے کام ایسے محنت کے ہوتے ہیں کہ جو کچھ کھاتے ہیں ہضم ہو جاتا ہے اس کے برعکس شہر کے لوگ سارا دن چرتے رہتے ہیں۔ بچہ کو پیدا ہوتے ہی یہ سکھایا جاتا ہے کہ اللہ نے تجھے چرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ پیتے رہو، کھاتے رہو، نکالتے رہو سارا دن اس کو چراتے رہتے ہیں کبھی بسکٹ دے دیا کبھی ٹافی دے دی کبھی دودھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا۔ شروع ہی سے بچوں کو ایسی عادت ڈال دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کھانے پینے کے لیے ہی پیدا کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے:

خوردن برائے زیستن است نہ زیستن برائے خوردن

کھانا اس لیے ہے کہ زندہ رہ سکیں اور زندہ اس لیے رہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کو قائم کرنا ہے۔ آج کل لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کھانے پینے کے لیے بھیجا ہے کہتے ہیں یہ زندگی کھانے کے لیے ہے، حالانکہ کھانا زندہ رہنے کے لیے ہے۔ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں آنا جانا رہتا ہے اور کوئی کام نہ ہو تو بھی کھانے پینے کے لیے چلے جاتے ہیں جس وقت بھی جہاں بھی

جاتے ہیں چائے بسکٹ تو لازم ہیں بلکہ یہ تو پرانی بات ہوگئی اب تو کچھ اور بھی ترقی کر گئے ہیں ہر پانچ دس منٹ کے بعد ادھر گئے بسکٹ چائے ادھر گئے بسکٹ چائے رات کے بارہ بجے تک یہی ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو رات بنائی ہے اس لیے کہ مغرب کے بعد متصل کھانا کھا کر پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائیں اور صبح صادق سے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے اُٹھ جائیں اور یہ آج کل کا مسلمان عام انسان تو چھوڑیے آج کل کا مسلمان الو کا کام کرتا ہے۔ یہ جب فجر کی نماز پڑھ کے سوتا ہے تو دن کے گیارہ بارہ بجے اٹھتا ہے دن کو سونا تو الو کا کام ہے۔

گاؤں کے لوگ اگرچہ خوراک زیادہ کھاتے ہیں مگر چونکہ محنت بہت کرتے ہیں اس لیے وہ ہضم ہو جاتی ہے اور نہ تو بار بار کھاتے ہیں نہ ہی مرغن غذائیں کھاتے ہیں اس لیے بیمار کم ہوتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہوا بھی تو وہ لوگ علاج میں غلو نہیں کرتے ان کا توکل کچھ زیادہ ہوتا ہے کبھی علاج کرتے بھی ہیں تو سونف اجوائن وغیرہ کھا لیتے ہیں اسی سے ٹھیک ہو جاتے ہیں حکیم ڈاکٹر کے پاس بہت کم جاتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی حکیم صاحب کی، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے۔ بظاہر نیک تھے اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو بھی قبول فرمالیں، نیک ہی ہوں گے، پکے نمازی تھے اور مسلمانوں کی صورت تھی۔ کوئی ظریف الطبع شخص ان سے کہنے لگا کہ حکیم جی! آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟ حکیم جی ابھی جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ وہ شخص بولا میں بتاؤں آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں، آپ پڑھتے ہیں کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی بیمار آ پھنسے تاکہ دنیا سے چلتا کروں وطن بھیج دوں۔ ایسے ہی یہ حافظ لوگ جو ہیں رمضانی حافظ یہ گیارہ مہینے تسبیح پڑھتے رہتے ہیں کوئی موٹی سی مسجد آ پھنسے، بڑے بڑے مالداروں کی کوئی مسجد آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، گیارہ مہینے وظیفہ پڑھتے ہیں پھر گیارہ مہینے کی محنت کے بعد جب بہت بڑے رئیسوں کی مسجد مل گئی تو اب یہ مولوی کہتا ہے کہ لینا دینا حرام ہے۔

دارالافتاء کے مفتیان کرام کا حال:

اس پر ایک کام کی بات اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی۔ اس رمضان میں کراچی سے بھی اور باہر سے ملتان وغیرہ کی طرف سے بھی بہت فون آتے رہے کہ بہت ضروری مسئلہ لکھوانا ہے کوئی زبانی پوچھتا ہے تو میں ٹیلیفون پر بتادیا ہوں اور اگر کوئی تحریری فتویٰ لینا ہو تو دارالافتاء سے لینا پڑتا ہے۔ رمضان میں دارالافتاء کے مفتی حضرات جہاد پر چلے جاتے ہیں اس لیے تحریری فتویٰ پندرہ شوال کے بعد مل سکتا ہے۔ میں ان سائلین سے کہتا رہا کہ ''دارالعلوم کورنگی اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن'' میں بھی تو دارالافتاء ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ وہاں تو کئی کئی مفتی ہیں وہاں سے لکھوالیں تو وہ جو ملتان سے بار بار فون کررہے تھے انہوں نے کہا کہ آپ ہی سے لکھوائیں گے یہاں علماء کی دو جماعتوں میں آپس میں کسی مسئلہ پر نزاع ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ سب مانیں گے۔ بہت سمجھاتا رہا لیکن ہر دوسرے تیسرے دن وہ فون کرتے رہے۔ آخر میں میں نے کراچی والوں کو بھی اور ملتان والوں کو بھی یہ کہنا شروع کردیا کہ دارالافتاء کے مفتی دس مہینے تو قلم چلاتے ہیں دو مہینے جہاد میں جاکر تلواریں چلاتے ہیں اگر آپ لوگوں کا مسئلہ حل نہیں ہورہا تو پہنچ جائیں محاذ پر سارے مسئلے حل ہوجائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد سے اب تک کسی نے فون کیا ہی نہیں پندرہ شوال بھی قریب آگئی اس کے باوجود بالکل خاموش۔

بات یہ ہورہی تھی کہ کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ کئی عبادتوں پر تو اُجرت لیتے دیتے ہیں انہیں تو کوئی کچھ کہتا ہی نہیں اور قاری اور سامع کی اجرت حتیٰ کہ خدمت کو بھی حرام کہتے ہیں۔

اشکال کا جواب:

بعض دفعہ کئی مسائل دیکھنے میں عامی شخص کو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت

علماء جانتے ہیں کہ ان مسائل میں فرق ہے۔ مدارس میں پڑھانا بھی عبادت، امامت بھی عبادت، اذان دینا بھی عبادت، تراویح میں قرآن سنانا بھی عبادت، سب کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے مگر تراویح میں قرآن سنانے والے کے لیے ناجائز ایسا کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ جب تک دل سے کیوں کی بیماری نہیں نکلے گی اس وقت تک یقین کیجیے، یقین کیجیے، یقین کیجیے کہ دل نہیں سدھر سکتا کبھی نہیں سدھرے گا۔ کیوں کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دین کی بنیاد یہ ہے کہ علماء پر اعتماد ہو وہ جیسے بتائیں مان لیں۔ مجھ سے اگر کوئی کسی بھی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا ہے کیوں تو میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ ہم سے کیوں نہ پوچھیے کیا پوچھیے، کیا کا جواب تو ہم دیں گے کیوں کا جواب نہیں دیں گے اور اگر آپ کو کیوں کا جواب چاہیے تو پھر پہلے میں سوال کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دو آنکھیں کیوں لگائیں ایک کیوں نہیں لگادی کام تو ایک سے بھی چل جائے گا اور اگر دو ہی لگانا تھیں تو ایک آنکھ لگاتے سامنے ماتھے پر دوسری لگاتے گدی میں۔ اب تو گاڑی چلاتے وقت پیچھے کی جانب دیکھنے کے لیے آئینہ لگانا پڑتا ہے اگر اپنی ہی ایک آنکھ پیچھے ہوتی تو آئینہ لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور اگر اللہ تعالیٰ آنکھ لگادیتے آپ کی انگلی میں پھر تو کچھ نہ کہیے ٹارچ کی طرح گھماتے رہتے ادھر ادھر آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف۔ آپ کے جسم میں جو اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں آپ کو ان کی حکمت تو معلوم نہیں اس کے احکام کی حکمتیں معلوم کرنے کے درپے ہیں ارے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔

عقل کے بندو اللہ کی بندگی اختیار کرو:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ عورت حیض کے ایام کی نمازیں تو قضاء نہیں کرتی اور روزے قضاء کرتی ہے ایسے کیوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حکمت بیان کرنے کی بجائے یہ فرمایا:

ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دار قطنی)

ارے کیوں کے بندو! عقل کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ آپ نے کوئی وجہ کوئی حکمت بیان نہیں فرمائی حالانکہ اس کا جواب تو بہت آسان اور عام فہم ہے کہ روزے تو بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ اس ایک ماہ میں حیض آئے اور اگر آئے تو تین دن یا زیادہ سے زیادہ دس دن انہیں قضاء کرنے کے لیے گیارہ مہینے موجود ہیں۔ روزے زیادہ سے زیادہ چھوٹے دس ایک مہینہ میں ایک روزہ بھی نہیں آتا یہ تو بہت آسان ہے جب کہ نمازیں ایک دن میں چھ ہوتی ہیں، وتر مستقل نماز ہے۔ اگر کسی عورت کے کم سے کم ایام ہوئے یعنی تین دن تو اٹھارہ نمازیں تو یہی ہو گئیں اور اگر دس دن ہوئے تو پھر اور بھی زیادہ، اتنی نمازیں قضاء کرنا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲-۷۸)

ہم نے دین میں تنگی نہیں رکھی۔ آج کا مسلمان چلا چلا کر کہتا ہے کہ دین بہت سخت ہے، دیندار بننا بہت مشکل ہے، ارے اگر دیندار بن گئے تو دنیا میں رہو گے کیسے، تجھے دنیا میں رہنا نہیں، مسلمان بن کر تو زندہ کیسے رہے گا؟ آج کل تو یہ حال ہے اور اللہ تعالیٰ تو جگہ جگہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دین کو بہت آسان کیا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲-۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں تمہیں مشقتوں میں مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ دین بہت آسان ہے۔ کسی کو کوئی کام کرنا ہی نہ ہو تو اسے آسان سے آسان کام بھی مشکل لگتا ہے اور اگر کرنے کا عزم ہو تو مشکل کام بھی آسان لگتے ہیں۔ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرما رہے ہیں کہ دین بہت آسان ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جواب دے دیتیں اور اسے تنبیہ فرماتیں کہ اری پگلی اتنی کھلی ہوئی آسان سی بات تیری عقل میں نہیں آتی مگر

یوں تنبیہ فرمانے کی بجائے دوسرے طریقہ سے اعلیٰ معیار کی تنبیہ فرمائی کہ اللہ کے حکم کے سامنے کیوں پوچھ رہی ہے۔

دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کسی دل میں کوئی ایک بھی ہو وہ کبھی بھی کسی حکم کی مصلحت سوچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، ایک چیز ہے محبت اور دوسری ہے عظمت، اگر کوئی محبوب کے حکم کی حکمت تلاش کرتا ہے تو وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

قصہ محمود وایاز:

سلطان محمود نے ایاز کو حکم دیا کہ بہت قیمتی جواہر کا گلاس خرید کر لاؤ، وہ لے آئے تو حکم دیا کہ اسے توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، بادشاہ نے ڈانٹا کہ اتنا قیمتی گلاس کیوں توڑ دیا؟ ایاز نے عرض کیا حضور! غلطی ہوگئی معاف فرمادیں۔ یہ ہیں محبت کے کرشمے۔

اس قصہ میں مظاہرۂ محبت کے تین مواقع ہیں:

① جب سلطان نے گلاس لانے کا حکم دیا تو ایاز کہتے حضور کے خزانے میں ایسے قیمتی گلاسوں کی کیا کمی ہے؟ اور گلاس منگوانے کی کیا ضرورت؟

② جب سلطان نے گلاس کو توڑنے کا حکم دیا تو کہتے حضور! آپ نے خود ہی تو منگوایا ہے پھر اتنا قیمتی گلاس تڑوا کر اتنا مال کیوں ضائع کروارہے ہیں؟

③ بادشاہ نے جب ڈانٹا کہ کیوں توڑا تو کہتے حضور! آپ ہی نے تو حکم دیا ہے۔

لیکن تینوں مواقع پر ایاز نے ایک ہی قصے میں عقل کے بندوں کو تین سبق پڑھا دیے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ عظمت بھی یہی کام کرواتی ہے، عارف کامل حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عظمت سلطان کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

''اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو یوں کہنا چاہیے کہ یہ رہے چاند اور ثریا۔''

لوگوں کے دلوں میں حکومت کی عظمت ہے، اس لیے انہیں حکومت کے کسی قانون کے بارے میں کبھی بھی کوئی اشکال نہیں ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اشکالات کرنے والے نفس کے بندوں کے دلوں میں نہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور نہ عظمت، ان کے دل محبت وعظمت دونوں سے خالی ہیں۔

دل میں محبت وعظمت پیدا ہوجائے۔ دل بن جائے عقل درست ہوجائے تو کام چلیں گے ورنہ نہیں۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار ان کے مطب میں ایک شخص آیا۔ وہ سامنے بیٹھا ہوا تھا درمیان میں میز تھی، میز پر چائے کی خالی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کسی دینی بات کی مصلحت پوچھی کہ ایسا کیوں ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے پیالی میں جھانک کر دیکھنا شروع کردیا زاویے بدل بدل کر کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے، کبھی آگے ہوکر کبھی پیچھے ہوکر، کبھی اوپر سے سر اُٹھا کر کبھی نیچے کرکے، وہ پوچھنے لگا کہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے جواب میں کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس میز کو اٹھا کر اس پیالی میں ڈال دوں اس میں جگہ دیکھ رہا ہوں کہیں ملتی ہی نہیں کیسے رکھوں؟ تو اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میز پیالی میں آجائے؟ فرمایا اگر یہ نہیں ہوسکتا تو تیری اتی سی تو عقل ہے ایسے ہاتھ کا اشارہ کرکے، ایک تو لفظ ہوتا ہے ''اتنی'' دوسرا ہوتا ہے ''اتی'' یہ بہت ہی قلیل چیز کے لیے بولا جاتا ہے تو فرمایا کہ تیری پیالی تو ہے اتی سی اس میں اللہ کی اتنی بڑی بات کیسے رکھ دوں؟ یہ جو لوگ بھی ''کیوں'' کہتے ہیں وہ سن لیں سمجھ لیں عقل کی اتی سی پیالی میں پہاڑ جیسی بات کیسے رکھی جاسکتی ہے؟ بچو! بات مان لو تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں مان لو، علماء جو بتائیں بشرطیکہ علماء صحیح ہوں ان کی بات میں ''کیوں'' نہ پوچھا کریں۔ یہ سمجھیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات ہے اس میں چون چرا مت کیجیے۔

یاد رکھیے! جن لوگوں میں ''کیوں'' کا مرض ہے انہیں ہدایت کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔

اگر قاری اور سامع کی اجرت معین کر لی وہ تو حرام ہے ہی، اور جو تاویل کرتے ہیں کہ خدمت کے نام سے لیتے دیتے ہیں اس کے لیے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امتحان کا ایک طریقہ بتادیا۔ یہ لوگ حکماء امت نبض شناس ہوتے ہیں۔ فقہ کا معنی ہے ''دینی بصیرت'' اسی کو ''تفقہ'' کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے یہ بصیرت عطاء فرماتے ہیں اسے ''فقیہ'' کہتے ہیں، فقیہ کی جمع ہے فقہاء۔ ان فقہاء امت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصیرت عطاء فرمائی کہ آیندہ بھی جو خطرات دین کے معاملہ میں ہو سکتے تھے وہ ان سے حفاظت کے طریقے امت کو بتا گئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عالم الغیب تھے بلکہ یہ کام انہوں نے اس بصیرت فقہیہ سے کیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمائی تھی۔

خدمت کے نام پر لینے دینے والوں کا امتحان:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا امتحان یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں للہ دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، اور دوسرا یہ کہے کہ چونکہ یہ دین کی خدمت کرتا ہے اس لیے میں للہ اس کی خدمت کرتا ہوں، لیجیے امتحان کسوٹی لیجیے تھرمامیٹر لگا کر دیکھیے اور سب سے پہلے تھرمامیٹر اپنے اندر لگا کر دیکھیے کہ حقیقت کیا ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو اگر نیت صحیح نہ ہو پھر تو سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے نیت صحیح ہو تو مشکل سے مشکل بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ نیت صحیح کر کے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کا امتحان یوں لیں کہ حافظ اور سامع صاحب سے یہ کہہ دیں کہ یہاں سے آپ کو نقدی وغیرہ بالکل نہیں دیں گے اور جوڑا بھی نہیں دیں گے، جوتا بھی نہیں دیں گے، مٹھائی بھی نہیں دیں گے کچھ بھی نہیں دیں گے پھر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حافظ صاحب یہ سمجھیں کہ یہ ایسے ہی اوپر اوپر سے جائز کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔

حقیقت شناس:

ایک شخص نے باورچی رکھا اور اس سے یہ کہہ دیا کہ کھانا نہیں ملے گا خشک تنخواہ

ہوگی، باورچیوں کوتنخواہ کے ساتھ کھانا دینے کا بھی عام دستور ہے اس لیے جب اس نے کہا کہ خشک تنخواہ دوں گا کھانا وانا کچھ نہیں دوں گا تو باورچی کو خیال ہوا کہ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا ایسے ہی اوپرا اوپر سے کہہ رہا ہے، اس نے قبول کرلیا۔ کھانا تیار کر کے سامنے رکھا اور لقمے گننے شروع کر دیے کہ کچھ بچے گا تو میں کھاؤں گا، جتنی روٹیاں رکھی تھیں وہ سب کھا گیا اس نے سوچا کہ سالن تو تھوڑا سا بچ جائے گا وہی چکھ لوں گا لیکن اس نے بوٹیاں بھی ساری کھالیں پھر سوچنے لگا کہ ہڈی تو بچے گی ہی میں ہڈی چوس کر مزا تو دیکھ ہی لوں گا کہ کیسا سالن پکا ہے اس نے ہڈی بھی اٹھا کر چوسنا شروع کر دی تو باورچی کی چیخ نکل گئی کہ ہائے ہڈی بھی گئی۔ اس خانسامہ کی طرح ہوسکتا ہے کہ قاری جی صاحب اور سامع صاحب سمجھیں کہ کہہ تو رہے ہیں کچھ نہیں دیں گے مگر کچھ نہ کچھ تو نکل ہی آئے گا اور نہیں تو جوڑا تو مل ہی جائے گا پورا جوڑا نہ سہی جوتا تو دے ہی دیں گے، جوتا تو لگانا چاہیے ان کے سروں پر دینے والوں کے بھی اور لینے والوں کے بھی۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ملنے کی امید میں یہ پڑھانا شروع کر دیں اور کچھ نہ سہی تو ختم کی مٹھائی تو کہیں نہیں گئی وہ تو مل ہی جائے گی، اس لیے امتحان یہ ہے کہ جب تراویح میں سنالیں تو انہیں کچھ بھی نہ دیں مٹھائی کی ایک امرتی بھی نہ دیں ایک لڈو بھی نہ دیں کچھ بھی نہ دیں ایسے ہی چلتا کر دیں پھر دیکھیے پورے گیارہ مہینے دوسروں میں بھی اعلان کرتا رہے گا کہ ارے فلاں شہر کے فلاں محلے میں جو مسجد ہے وہاں کوئی نہ جائے کچھ نہیں ملے گا وہاں کے لوگ لیموں نچوڑ ہیں ایک پائی بھی نہیں دیں گے حتیٰ کہ جوتا بلکہ مٹھائی بھی کچھ بھی نہیں ملے گا اس طرح اگر مال کے لالچ میں تراویح پڑھائی تھیں پھر تو یہ قاری اور سامع کبھی اس مسجد کا رخ نہیں کریں گے اور ان جیسے جتنے بھی ہوں گے وہ کبھی بھی اس مسجد میں تراویح نہیں پڑھائیں گے بلکہ میرا خیال ہے کہ اس تجربہ کے بعد آپ کو الم تر والی تراویح ہی پڑھنا پڑھیں گی کوئی رخ نہیں کرے گا۔ یہ تو امتحان ہو گیا سنانے والوں کا۔ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم تو خدمت کرتے ہیں انہوں نے محنت کی اللہ کا کلام سنایا یہ تو بہت معزز ہستی ہیں

ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔

ایک قاری صاحب کا قصہ:

ایک مولوی صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنایا تو لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ہم آپ کی کچھ خدمت ضرور کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کچھ بھی خدمت نہیں کراؤں گا۔ آپ لوگوں کے دینے سے کیا ہوگا میرا اللہ مجھے بہت دے رہا ہے لیکن وہ لوگ ان کی بات مان ہی نہیں رہے تھے پیچھے پڑ گئے کہ چلیے عید کے لیے آپ کو نیا جوتا تو خرید کر دے ہی دیں، ان کو ایسے زبردستی پکڑ کر لے گئے جیسے جیل میں لے جا رہے ہوں، زبردستی پکڑ کر جوتے کی دوکان میں لے گئے جب وہ لوگ جوتا نکلوانے میں مشغول ہوئے یہ مولوی صاحب آنکھ بچا کر وہاں سے بھاگ آئے وہ پیچھے تلاش ہی کرتے رہے کہ قاری صاحب کدھر گئے۔ عبرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ سب کو ایسی ہی فکر آخرت عطاء فرما دیں۔

اگر ان خدمت کرنے والوں سے یہ کہا جائے کہ ان قاری صاحب سے زیادہ محتاج ایک دوسرے قاری صاحب ہیں۔ محتاج بھی ان سے زیادہ ہیں اور دین کا کام بھی ان سے زیادہ کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جہاد میں ضرورت ہے وہاں لگا دیں، یا محلے میں کوئی مسکین ہے اسے دے دیں لیکن نہیں یہ تو اسی کو دیں گے جس نے تراویح پڑھائی ہیں ان کی خدمت کا جذبہ بس اسی تک محدود ہے، اگر واقعۃً علماء، صلحاء، قراء کی مدد کرنے کے جذبات ہیں تو صرف انہی کے لیے کیوں دوسروں کے لیے کیوں نہیں؟ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے تھرمامیٹر بتائے ہیں جو کہتا ہے کہ خدمت کے نام سے لیتا ہے خدمت کے نام سے دیتا ہے ذرا لگاؤ تھرمامیٹر۔ ساتھ ساتھ عقل کی بات بھی سیکھتے جائیں ذرا ذرا سی حرارت پر تھرمامیٹر نہ لگایا کریں۔ تھرمامیٹر لگایا کریں اپنے دل میں تھرمامیٹر لگا لگا کر دیکھا کریں عربی میں تھرمامیٹر کو کہتے ہیں ''مقیاس الحرارۃ'' دل میں

مقیاس الحرارۃ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرارت کتنی ہے کہیں یہ دل بیمار تو نہیں ہوگیا، اللہ کی محبت کی حرارت بڑھانے کی کوشش کیا کریں اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ یہ تو پہلا مسئلہ ہوگیا کہ قاری اور سامع کو اجرت یا خدمت کے نام سے دینا حرام ہے لینے والا اور دینے والا سخت گناہ گار گناہ کبیرہ کے مرتکب، ایسی حالت میں اس مسجد میں تراویح پڑھنا جائز نہیں۔

فاسق کی امامت کا حکم:

اگر محلے کی مسجد کا امام فاسق ہو مثلاً ڈاڑھی کٹاتا ہو، صرف ڈاڑھی منڈانے والا ہی نہیں کٹانے والا بھی فاسق ہے، ٹخنے ڈھانکتا ہو، کئی اماموں کے بارے میں معلوم ہوا کہ نماز پڑھاتے وقت تو شلوار اوپر کر لیتے ہیں بعد میں نیچے کر لیتے ہیں، نماز پڑھاتے وقت مرد بن جاتے ہیں اس کے بعد پھر عورت بن جاتے ہیں، دن بھر میں صرف پانچ نمازوں کے اوقات میں مرد بنتے ہیں باقی چوبیس گھنٹے عورت رہتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی حال میں بھی مرد کے لیے ٹخنے ڈھانکنا جائز نہیں حرام ہے۔ یا امام تصویر کھنچواتا ہو، ٹی وی دیکھتا ہو یا بینک اور انشورنس جیسے حرام خوروں کی دعوت قبول کر لیتا ہو یا گھر میں شرعی پردہ نہ کرواتا ہو یا اور کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو تو فرض نماز کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر قریب میں کوئی ایسی مسجد ہے جس کا امام فاسق نہ ہو وہاں جا کر نماز پڑھے اور اگر سب مسجدوں کے امام فاسق ہیں تو فرض جماعت کے ساتھ پڑھیں اس کا وبال امام اور مسجد کی منتظمہ پر ہوگا کہ اس نے ایسا نالائق امام کیوں رکھا ہوا ہے، صالح امام کیوں نہیں رکھا۔ فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں تراویح کا حکم یہ ہے کہ محلے کی مسجد میں فرض پڑھ کر گھر میں تراویح پڑھیں خواہ انفراداً پڑھیں یا اگر کسی حافظ کا انتظام ہوجائے تو گھر پر ہی جماعت سے پڑھ لیں۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے تلاش کریں کہ کسی مسجد میں ایسا قاری ہے جو نہ اُجرت

کے نام سے لے گا اور نہ ہی خدمت کے نام سے، اگر کوئی ایسا قاری مل جائے تو وہاں تراویح پڑھ لیں اور اگر نہیں ملتا تو عشاء کے فرض مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور تراویح گھر پر انفرادی طور پر یا جماعت سے پڑھیں۔ یہ بات خوب سمجھ لیں کہ امام کتنا ہی فاسق ہو فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔

۲ تراویح کی متعدد جماعتیں:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں تراویح کی کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مسجد دو منزلہ ہے تو نیچے بھی اور اوپر بھی تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں اور اگر مسجد وسیع ہے تو ایک ہی منزل میں کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں یہ بھی جائز نہیں۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کی دو جماعتیں جائز نہیں، ایک مسجد میں ایک نماز کی ایک ہی جماعت ہونی چاہیے یہ حکم فرض اور تراویح دونوں کو شامل ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مسجد میں کئی قاری ہیں اور کئی جماعتیں ہو رہی ہیں تو فرمایا کہ یہ صحیح نہیں سب جماعتوں کو ختم کر کے فرمایا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے پڑھیں۔ اتنی بڑی شخصیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے بھی کوئی اشکال نہیں کیا کہ متعدد جماعتوں کی اجازت دی جائے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر خاموش رہے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس کے بعد سے دو جماعتیں نہیں ہوئیں، اس طرح اس پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ تراویح کی جماعت ایک مسجد میں ایک ہی ہونی چاہیے۔ یہ فیصلہ ہوا ہی اس پر ہے کہ ایک مسجد میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہو رہی تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم کر کے ایک جماعت کروادی، اتنی کھلی ہوئی بات سامنے ہے مگر اس کے باوجود یہ قاری لوگ بھی اور ان کے مقتدی بھی

سارے کے سارے لگے ہوئے ہیں اپنی من مانی پر، وہ قصہ پھر دہرادوں کہ جہاں کہیں بھی بدعت ہوگی دو کام یا دو میں سے ایک ضرور ہوگا یا کھانے پینے کا دھندا کھانے کو کچھ مل جائے کھانے کو۔ کسی سے پوچھا گیا کہ تجھے قرآن کے احکام میں سے کون سا حکم پسند ہے؟ تو وہ کہتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (۷-۳۱)

''کھاؤ اور پیو۔''

پھر پوچھا کہ قرآن کی دعاؤں میں سے کون سی دعاء پسند ہے؟ تو اس نے وہی بنی اسرائیل کی دعاء بتائی:

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۵-۱۱۴)

''اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما۔''

آج کل مسلمانوں کا یہی حال ہے انہیں کھانے پینے کے دھندے کے سوا قرآن کا نہ کوئی حکم پسند ہے نہ کوئی دعاء، اللہ کی راہ میں قتال اور جان کی بازی لگانے کے احکام اور دعاؤں سے بہت ڈرتے ہیں، ایسے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں گے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○ (۵-۲۴)

''موسیٰ تو جا اور تیرا رب ہم تو بس یہیں بیٹھے رہیں گے۔''

یہیں بیٹھے ختم قرآن کی مٹھائیاں کھاتے رہیں گے ان کے بس دو ہی کام ہیں کھاؤ پیو اور نام ونمود، ارے واہ فلاں مسجد میں تو اتنے اتنے قاری سنا رہے ہیں اگر ایک سنائے گا تو کیا مزا آئے گا، مزا ہی نہیں آتا انہیں مزا آتا ہے لڈو کھانے میں یا یہ کہ نام ہو نام، بس یا پیٹ ہے یا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اگر دین مقصود ہے، اللہ کی رضا مقصود ہے، فکر آخرت ہے تو نام کی خواہش نہیں ہوتی، مٹھائی کی تمنا نہیں ہوتی پھر تو خالص اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا اس

رحمت کے صدقہ سے تو ہم سب کو اپنے صحیح اور سچے بندے بنالے۔

۳ تراویح کے لیے عورتوں کا مسجد میں جانا:

اب سنیے نمبر تین عورتوں کا تراویح پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا، یہ بھی ناجائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے بالکل قطعاروک دیتے۔ پہلی بات تو یہ کہ صحابی کا قول حجت ہے، واجب العمل ہے پھر یہ صحابی کون ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام:

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کی خصوصیت اور بلند مقام کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا عائشہ، پوری دنیا میں سب سے زیادہ محبت عائشہ سے ہے۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ مردوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا **ابوھا** ان کے ابا سے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردوں میں سب سے زیادہ محبت ہے۔ اگر کسی میں ایمان ہی نہیں وہ تو یہ سوچ سکتا ہے کہ جب کئی بیویاں ہوں تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی بیوی سے زیادہ محبت کسی سے کم تو شاید یہاں بھی ایسا ہی ہوگا مگر ایمان ہو ایمان، اپنے ایمان کی خیر منایا کریں، ایمان کو تازہ رکھا کریں۔

پکی روٹی:

پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے پکی روٹی۔ بچپن میں کچھ بچیاں ہمارے ہاں والدہ مرحومہ سے یہ کتاب پڑھا کرتی تھیں ہم بھی بچے تھے آتے جاتے سنا کرتے تھے اس لیے اس وقت کی بعض بعض باتیں اب بھی یاد ہیں۔ نام بھی دیکھئے کیسا اچھا رکھا ہے۔ کتاب لکھنے والے نے سوچا ہوگا کہ اگر کسی مسکین کو آٹا وغیرہ دیا جائے تو اسے

پکانے کی زحمت ہوگی اس لیے آٹا نہیں بلکہ پکی پکائی روٹی تمہیں دے رہے ہیں۔ اللہ والوں نے امت کو سدھارنے کے لیے کیسی کیسی محنتیں کی ہیں۔ ارے پڑھنے والو سننے والو! کچھ محنت کی قدر کرو، اگر اب بھی قدر نہ کی تو قیامت کے روز گلا پکڑا جائے گا۔ پکی روٹی میں سوال و جواب ہیں۔ پہلے خود ہی سوال کرتے ہیں پھر اس کا جواب لکھتے ہیں اس میں ایک سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ ایمان کھڑا ہے یا بیٹھا ہے تو جواب میں کہو کہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کا ایمان بیٹھا ہے اور نافرمانوں کا ایمان کھڑا ہے، خطرہ ہے کہ چلا نہ جائے۔ انسان جب کھڑا ہوتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی چلا جائے گا جانے کے لیے کھڑا ہوا ہے اسی طرح اونٹ کی مثال ہے کہ اگر اونٹ کھڑا ہوا ہے تو یہ خیال ہوگا کہ ابھی کہیں بھاگا اور اگر اونٹ آرام سے بیٹھا ہوا ہے گھٹنہ بھی بندھا ہوا ہے تو اطمینان ہوتا ہے کہ بھاگے گا نہیں۔ ایمان کھڑا نہ رہے بیٹھا رہے، ایمان کی حفاظت کیا کریں اگر خدانخواستہ کھڑا ہو گیا تو بس بھاگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے محبت نہیں تھی کہ دوسری سب بیویوں میں سے کسی بات میں کوئی تفوق تھا، کوئی خوبی زیادہ تھی بلکہ ان سے محبت اس لیے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہی تھا کہ عائشہ ہماری مقرب ہے اس لیے میرے رسول! یہ تیری بھی مقرب ہے۔ کہنے کو تو یہ کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مقام اور فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

سنیے پہلی بات تو یہی کہ جس کے قلب میں ذرا سا ایمان ہو وہ خود ہی سوچ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر اس کی کچھ وضاحت بھی سن لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں کسی بیوی کے بستر پر ہوتا ہوں تو وحی نازل نہیں ہوتی لیکن عائشہ کے بستر میں ہونے کے باوجود وحی نازل ہوتی ہے سوچیے اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ کو فقہاء کہا جاتا ہے، فقہاء فقیہ کی جمع ہے۔ فقیہ کے معنی ہیں تہ تک پہنچنے والا، بات کی حقیقت تک پہنچنے والا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے والے، حقیقت تک پہنچنے والے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کیا ہے انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ ہیں، حقیقت تک پہنچنے والی، ان کا فیصلہ ہے اور کن لوگوں کیلیے صحابیات رضی اللہ عنہن کے لیے، یہ زمانہ تو کتنی دور کا ہے پندرہویں صدی چل رہی ہے آج کی عورتوں کی کیا نسبت ان صحابیات سے۔

تیسری بات یہ کہ خواتین خواتین کے حالات سے جتنی واقف ہوتی ہیں کوئی دوسرا اتنا واقف نہیں ہوتا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کے حالات سے جو واقفیت رکھتی تھیں وہ مردوں کو تو نہیں ہوسکتی اس لیے ہر لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فیصلہ واجب القبول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی اہلیہ کو روکنا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھنے مسجد مت جایا کرو تو وہ مانتی نہیں تھیں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد جانے سے نہیں روکا اس لیے وہ شوہر کے منع کرنے پر نہ رکیں۔

اس بارے میں پہلے ایک مسئلہ اور سن لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا مسجد کی بنسبت گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور گھر کے صحن کی بنسبت کمرے کے اندر نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور کمرے کی بنسبت کمرے کے اندر بھی اگر کوئی کمرہ ہو تو اس میں جا کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ ثواب لینا مقصود ہے یا نفس پرستی مقصود ہے اگر خواتین کا مسجدوں میں جانا جائز بھی ہوتا تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ کو روکا تو وہ مانی نہیں تو انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ فجر کی نماز کے وقت ایسی جگہ چھپ کر کھڑے ہوگئے جہاں سے اہلیہ گزرتی تھیں جب کسی طرح یقین ہوگیا کہ یہ اپنی بیوی ہے تو انہیں چھیڑا اور جلدی سے بھاگ گئے۔ اہلیہ نے انہیں پہچانا نہیں کیونکہ ایک تو اندھیرا تھا دوسرے وہ جلدی سے بھاگ گئے تھے۔ وہ جب گھر آئیں تو کہنے لگیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں اب عورتوں کے لیے مسجدوں میں جانے کا زمانہ نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بات عقل میں آگئی اگر نہ آتی تو میں کسی دوسرے طریقہ سے تیری عقل میں بٹھاتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا کچھ نہ پوچھئے۔

عورت کو کسی بھی نماز کے لیے مسجد جانا جائز نہیں۔ بہت سے لوگ حرمین شریفین کا حوالہ دیتے ہیں کہ دیکھئے وہاں بھی خواتین مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتی ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں:

① یہ جو مرد اور عورتیں حج اور عمرے کے لیے جاتے ہیں انہوں نے وہاں کی حکومت کو عاجز کر رکھا ہے، نگرانوں کو بھی عاجز کر رکھا ہے وہ لوگ مطاف میں جگہ جگہ کھڑے ہوتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو مگر یہ پھر بھی نہیں رکتیں مردوں پر آ آ کر گرتی ہیں یوں لگتا ہے کہ جب تک یہ مردوں سے رگڑے نہ کھائیں انہیں مزا ہی نہیں آتا ؎

نگل جا اے زمیں ناپید انہیں اے آسماں کر دے
نہ یوں بیٹھیں گی پردے میں یہ بے غیرت یہ سیلانی

ان کے مردان سے بھی زیادہ بے غیرت ہیں، ان بے غیرتوں کے دل سیاہ اور عقلیں مسخ ہوگئیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یہ لوگ دیوث ہیں دیوث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (طبرانی کبیر)

مجھے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ انہیں روکنے کے لیے میں وہاں کی حکومت سے اجازت لے لوں پھر دیکھئے کیسے روکتا ہوں انہیں، ارے جہاں میں پہنچ جاؤں تو پھر رکیں گی کیسے نہیں دارالافتاء کے تو ایک بچے نے پوری بس کو الٹ ڈالا (ایک مجاہد طالب عالم جس کا حضرت اقدس سے اصلاحی تعلق ہے اس نے بتایا کہ وہ بس میں سفر کر رہا تھا، ڈرائیور نے گانا لگا دیا طالب علم نے منع کیا تو ڈرائیور نے آواز مزید تیز کردی، طالب علم نے پھر روکا تو آواز مزید بڑھادی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ٹیپ ریکارڈر پر ایک زوردار مکہ رسید کیا، ایک ہی مکے سے ٹیپ ریکارڈر کا ستیاناس ہوگیا۔ اس کے بعد ڈرائیور کو دو تین مکے رسید کیے ڈرائیور مجھ سے بہت طاقتور تھا مگر وہ اتنا مرعوب ہوا کہ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھا سکا، گاڑیاں رک گئیں، لوگوں کا ہجوم ہوگیا، ایک عامی شخص نے نعرہ لگایا'' طالبان زندہ باد'' پولیس والے نے ڈرائیور کا چالان کاٹا اس لیے کہ بسوں میں گانا لگانا خلاف قانون ہے۔ پولیس والوں کو اس کی تو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ گناہوں سے روکیں یا خلاف قانون سے روکیں انہیں تو اپنی جیب گرم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بعد میں ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے حضرت اقدس کا نام لے کر پوچھا کہ کیا آپ ان کے شاگرد ہیں میں نے کہا ہاں تو اس شخص نے کہا کہ یہ کام ان کا شاگرد ہی کرسکتا ہے)

یہ لوگ جو حج کرنے جاتے ہیں وہاں جا کر بالکل مست ہوجاتے ہیں کسی کی بات مانتے ہی نہیں چلیے ایک قصہ اور بتادوں یہ تو بڑی عبرت کا قصہ ہے۔

رئیسۃ القوم:

ایک بار حج کے موقع پر مزدلفہ میں میرے قریب پنجاب سے تعلق رکھنے والا ایک خاندان بیٹھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ پنجاب سے تعلق ہے کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ وہ کئی کارخانوں کے مالک ہیں۔ جس کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے وہ جہاں بھی بیٹھتا ہے ذکر لیلیٰ چھیڑ دیتا ہے۔

جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

کوئی مولیٰ کا ذکر چھیڑے کوئی لیلیٰ کا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کچھ مسائل پوچھنا شروع کردیئے میں نے سوچا کہ چلیے شاید اسی طرح انہیں کچھ ہدایت ہوجائے اس لیے میں بھی متوجہ ہوگیا مسائل بتاتا رہا تو ایسے لگ رہا تھا کہ سب میرے عاشق ہوگئے، لٹو ہی ہوگئے، ساری رات ایسے ہی گذر گئی میں نے سوچا کہ ایک مسئلہ پوچھنے کا ثواب ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ ہے مجھے بتانے کا تو اور بھی زیادہ ثواب مل رہا ہے، یہ تو ہمیں افضل ترین عبادت مل گئی، مزدلفہ میں حکم ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرو اللہ کا ذکر کرو تو میں نے سوچا افضل ذکر مل گیا ہے، ان لوگوں کو ہدایت ہوجائے گی اور کیا چاہیے۔ ساری رات اسی طرح گذر گئی صبح کو جب اذان ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں میں نے کہا ابھی وقت نہیں ہوا۔ آپ لوگ بھی یاد رکھیں! مزدلفہ میں معلم صبح صادق سے پہلے ہی اذانیں دلوا کر لوگوں کو نماز پڑھوا دیتے ہیں۔ کسی کی نماز ہو یا نہ ہو، حج ہو یا نہ ہو ان کو اپنا کام آسان کرنا ہوتا ہے کہ جلدی جلدی پہنچاؤ۔ ایک بار منیٰ میں ابھی زوال کا وقت ہوا نہیں تھا وہ پہلے ہی کنکریاں مروانے کے لیے بھگائے چلا جارہا ہے میں نے معلّم سے کہا کہ ابھی تو وقت ہوا نہیں اس سے پہلے ہی آپ لیے جارہے ہیں تو کہتے ہیں آپ کی رمی نہیں ہوگی ان لوگوں کی ہوجائے گی، چلنے دو، حاجیوں کو بکری بنا رکھا ہے وہ پیپسی کولا پلا دیتے ہیں تو اور بھی بکری کا دماغ چکرا جاتا ہے۔

شف بیبسی:

جدہ میں ایک شخص عید کے موقع پر بکرا خریدنے گیا۔ وہاں ایک بدوی جو بکریاں بیچ رہا تھا اس نے اپنے پاس پیپسی کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں جو بھی اس کے قریب جاتا تو وہ بدوی کہتا: **"شف بیبسی، شف بیبسی."** عربی میں "پ" نہیں، "پ" کی جگہ "ب" استعمال کرتے ہیں اور شف کے معنی ہیں دیکھ یعنی پیپسی کا کرشمہ دیکھ پھر وہ ایک بکرے کے منہ میں چند گھونٹ پیپسی کے ڈال دیتا بکرا چکرا کر گر جاتا پھر کھڑا ہوتا پھر گر جاتا اور بدوی لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر کہتا: **"شف بیبسی، شف بیبسی، شف بیبســـی."** اس طریقہ سے وہ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ جو رات دن تم پیپسی پیتے رہتے ہو یہ ایسی خراب چیز ہے، لوگوں کو پیپسی کے نقصان سے بچانے کے لیے پیپسی پر اپنے پیسے خرچ کر رہا تھا۔

بات ہو رہی تھی مزدلفہ کی، وہ لوگ کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں وقت ہو گیا ہے۔ میں نے بتایا ابھی وقت نہیں ہوا جب وقت ہو جائے گا تو میں بتا دوں گا۔ میرے پاس تو دنیا بھر کے حسابات رہتے ہیں جہاں کا بھی چاہیں فوراً چند منٹ میں بتا سکتا ہوں کہ وقت ہوا ہے یا نہیں۔ جب میں نے کہا کہ ابھی وقت نہیں ہوا تو وہ ذرا بیٹھ گئے۔ پھر کسی دوسری طرف سے کسی معلّم نے اذان دلوا دی تو ان میں سے ایک کہتا ہے:

"او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟"

"وہ کیوں چیخیں مار رہا ہے؟"

بندروں کے چیخنے چلانے کی آواز کو "چانگراں" کہتے ہیں، ایسے واہیات لوگ کہ موذن کی آواز کو اس سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ پھر کسی طرف سے اذان کی آواز آئی تو پھر کہنے لگے:

"او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟"

پھر اصرار شروع کردیا کہ نماز پڑھائیں، میں نے پھر ایک دو بار کہا کہ آخر مجھے بھی تو نماز پڑھنی ہے جب وقت ہوجائے گا تو پڑھادوں گا اپنی نماز بربادمت کریں انتظار کرلیں۔ بڑی مشکل سے انہوں نے دوتین منٹ صبر کیا تو ایک عورت بولی:

''گنا ای تاں ماف کراؤن آئے آں اناں وچ اے وی سئی، اے وی ماف ہوجاؤ گا، چلو پڑھو نماج تے چلیے۔''

''گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں، انہیں میں یہ بھی سہی یہ نماز کا گناہ بھی معاف ہوجائے گا، چلو پڑھو نماز اور چلیں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت رئیسۃ القوم تھی اس نے جیسے ہی کہا تو سارے اٹھ گئے، رات بھر کا عشق بہ کر نکل گیا۔ رئیسۃ القوم بلکہ فقیہۃ القوم فرمارہی ہیں کہ یہاں گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں اگر یہ ایک نماز نہیں ہوئی تو یہ بھی ساتھ ہی معاف ہوجائے گی چلو پڑھو۔ یہ تو جاتے ہی اسی نیت سے ہیں کہ گناہ معاف کروانے آئے ہیں اس لیے یہاں خوب خوب گناہ کرو کیونکہ حج کرنے سے تو سارے گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔

حرمین شریفین میں عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ یہ حاجی وہاں جاکر صرف شیطان کی بات مانتے ہیں اور کسی کی بات نہیں مانتے تو انہیں کوئی کیا سمجھائے۔

② ہمارا تعلق مذہب حنفی سے ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنے والے۔ سعودیہ کی حکومت حنفیہ نہیں حنبلیہ ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کا مسجد میں جاکر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روک دیا اور ان کے ارشاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد سمجھا جائے گا اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا مسجدوں میں نماز پڑھنے جانا جائز نہیں، اس لیے حرمین شریفین کا حوالہ دینا صحیح نہیں یا تو حنفی مذہب چھوڑ دیں کوئی مجبور تھوڑا ہی کرتا ہے لیکن اگر خود کو حنفی کہتے ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنا پڑے گا۔ کہلائیں حنفی

اور تقلید کریں کسی دوسرے امام کی یہ نہیں ہوسکتا جو بھی خود کو حنفی کہتا ہے اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنا ہوگا خواہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر حرمین شریفین ہی کی بات کرتے ہیں تو پھر وہاں کے لوگ تو نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء بھی نہیں مانگتے۔ بہت سے لوگ ان کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دعاء ہی نہیں مانگتے، یہ غلط ہے وہ دعاء تو مانگتے ہیں مگر بغیر ہاتھ اُٹھائے اور یہاں لوگوں کا حال یہ ہے:

① ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہیں۔

② اجتماعی طور پر مانگتے ہیں۔ سارے اکٹھے ہو کر امام کی اقتداء میں دُعاء مانگتے ہیں۔ جب امام شروع ہوتا ہے تو یہ بھی شروع ہوتے ہیں جب امام ختم کرتا ہے تو یہ بھی ختم کر دیتے ہیں۔

③ امام کو چلانے پر مجبور کرتے ہیں اور اسے لازم سمجھتے ہیں اگر کوئی امام زور زور سے چلا کر دعاء نہیں منگواتا تو یہ اسے مجبور کرتے ہیں وہ پھر بھی نہیں کرتا تو اسے نکال دیتے ہیں کہ یہ تو گونگا ہے کوئی دوسرا بولنے والا امام لاؤ۔

کسی مستحب کام کو فرض واجب کی طرح سمجھا جانے لگے تو وہ ناجائز ہو جاتا ہے دعاء کے بارے میں لوگوں نے کتنی بدعتیں جاری کر رکھی ہیں، اگر حرمین شریفین کے مطابق عمل کرنا ہے تو دعاء کے بارے میں ان کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ دعاء بھی تو انہی کی طرح مانگا کریں۔ یہ تو نفس کے بندے ہیں انہیں جس کام میں مزا آتا ہے وہ کرتے ہیں اور جہاں مزا نہیں آتا تو کہتے ہیں یہ تو وہابی ہیں۔

یہ بات پکی کر لیں کہ ہم حنفی ہیں۔ مذہب حنفی معلوم کرنے کے لیے علماء کے سامنے عربی فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ عورتوں کے لیے گھروں سے نکلنا ممنوع ہے، نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ عوام بہشتی زیور میں دیکھیں کہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکا ہے یا نہیں۔ آج کل مولوی بھی اور عوام بھی یہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب مسجد میں جاتی ہیں

جمعہ کا خطبہ سنتی ہیں، خطیب صاحب کا بیان سنتی ہیں تو فائدہ بہت ہوتا ہے، یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ فائدہ صرف اللہ کے قانون کے مطابق کام کرنے میں ہے اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا تو بظاہر کتنا ہی فائدہ نظر آئے وہ جہنم کا ذریعہ بنے گا۔ جو بھی یہ کہتا ہے کہ اللہ کے قانون کے خلاف کام کرنے سے دین بنتا ہے وہ دین میں تحریف کررہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ کوئی رقص وغیرہ کا انتظام کریں گے وہاں بہت لوگ آئیں گے مرد بھی عورتیں بھی پھر ہم لوگوں کو تبلیغ کریں گے دین کی باتیں بتائیں گے لوگوں کو دین کے احکام کا علم ہوگا اس سے انہیں بہت فائدہ ہوگا۔ یا یہ کہ کسی جگہ تبلیغ کے لیے لوگوں کو بلایا جائے اور وہاں پردے وغیرہ کی قید نہ ہو بے پردہ عورتیں اور مرد سب ایک ساتھ بیٹھیں تو اس طرح لوگ بہت آئیں گے اگر پردے وغیرہ کی پابندی لگاتے ہیں تو بہت تھوڑے لوگ آئیں گے فائدہ کم ہوگا۔ یہ تلبیس ابلیس ہے۔

دین کو قائم کرنے کا طریقہ:

مکہ مکرمہ میں ایک شامی عالم تھے، بہت مضبوط عالم۔ چونکہ جنس کو جنس سے محبت ہوتی ہے اس لیے مجھے ان سے محبت تھی۔ وہ میرے پاس ملنے آیا کرتے تھے، میں بھی ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک بار میں ان کے پاس گیا تو وہاں کوئی شامی مجاہد آیا ہوا تھا، وہ ڈاڑھی منڈا تھا تو انہوں نے اس مجاہد کے سامنے مجھ سے پوچھا کہ جہاد کی مصلحت سے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں جائز نہیں تو وہ لڑکا بہت ناراض ہوا کہنے لگا اس کے سوا تو جہاد ہو ہی نہیں سکتا ہم جاتے ہیں تو دشمن پکڑ لیتے ہیں پھر ہم جاسوسی کیسے کریں گے، بہت بولتا رہا اس وقت مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ کہلوا دیا:

لایقام الدین بھدمه

دین کو گرا کر دین کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ میرے اس جواب پر وہ شامی عالم بہت خوش ہوئے۔ آپ لوگ بھی یاد کرلیں دلوں میں بٹھالیں:

لایقام الدین بھدمه

یہ ناممکن ہے کہ دین کو گرا کر دین قائم کیا جائے۔ اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر انسان کبھی دیندار نہیں بن سکتا۔ عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا، خواہ وہ تبلیغی جماعت میں نکلیں، خواہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے نکلیں، خواہ وہ تراویح پڑھنے کے لیے نکلیں اس سے کبھی بھی ان کے دین کو فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ دین کو گرا کر کبھی بھی دین قائم نہیں ہوسکتا۔ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی تو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھ لیا کہ میرے احکام کو پامال کرکے، میری قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی کرکے عورتوں کو گلیوں گلیوں، شہروں شہروں میں پھرا کر کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہدایت ہورہی ہے فائدہ ہورہا ہے؟ تو کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں۔

۴ عورتوں کی جماعت:

بہت سی عورتیں رمضان میں تراویح کی جماعت کرتی ہیں، حالانکہ عورتوں کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اس سے پہلے نمبر پر تو یہ بتایا تھا کہ عورتوں کا جمعہ یا تراویح وغیرہ پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ اب یہ بتارہا ہوں کہ خواتین کا اپنے گھروں میں بھی تراویح کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اکیلی اکیلی پڑھیں۔

اس بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری بچی تو حافظہ ہے اگر وہ سنائے گی نہیں تو قرآن بھول جائے گی۔ قرآن کو پکا کرنے کا یہ نسخہ ہے کہ سنائے، یہاں پھر وہی بات جو گزشتہ نمبر میں میں نے بتائی تھی کہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کی نافرمانی کرکے، اللہ کے قانون کے خلاف کرکے، اللہ کے قانون کو توڑ کر، اللہ کو ناراض کرکے کہتے ہیں کہ اس سے دین کا فائدہ ہوگا، تبلیغی جماعت والوں کی طرح عورتوں کو گھر سے نکال کر کہتے ہیں بہت فائدہ ہورہا ہے، ارے! گناہ کبیرہ کرکے کہتے ہیں فائدہ ہورہا ہے، اس پر کفر کا خطرہ ہے یا نہیں؟ کر رہے ہیں گناہ کبیرہ

اور کہہ رہے کہ بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں لوگوں کی نظر میں فائدہ کسے کہتے ہیں نقصان کسے کہتے ہیں؟ کسی دینی کام کے کرنے میں فائدہ ہے یا نقصان اس کا معیار یہ ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق کرے اور کسی ایک کو بھی ہدایت نہ ہو تو آپ کا فائدہ ہے اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کر کے پوری دنیا کو آپ اپنے ساتھ ملا لیں تو فائدہ نہیں نقصان ہے، جہنم کا کام کر رہے ہیں۔ گویا ان کے خیال میں معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت دین کے ان طریقوں کا علم ہی نہ تھا جو کہیں سے ان کی طرف وحی ہو رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی تراویح کی جماعت اس لیے ہونی چاہیے کہ اس طرح عورتیں اپنا قرآن پکا کریں گی۔ جس چیز کو شریعت نے ناجائز قرار دے دیا اسے قرآن پکا کرنے کا ذریعہ بنا رہے ہیں، ناجائز کام کر کے سمجھ رہے ہیں کہ بہت بڑی عبادت کر لی۔

مرد و عورت کے لیے علم کی حقیقت:

اس کے ضمن میں بتانا چاہتا ہوں کہ مردوں اور عورتوں کے لیے علم کی حقیقت کیا ہے۔ علم یہی تو ہے نا کہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق ہو۔ احکام قرآن سے، حقوق القرآن سے واقفیت ہو، جس قرآن کو یاد رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نافرمانی کر رہے ہیں اس قرآن کے حقوق کیا ہیں۔ نمبروار تین چیزیں یاد کر لیں:

① تجوید القرآن:

قرآن مجید کے الفاظ کو تجوید کے ساتھ سیکھیں۔ پہلا حق تو یہ ہے۔

② احکام قرآن کا علم:

اس کے بعد رہا یہ کہ قرآن مجید کے احکام کیا کیا ہیں؟ احکام کا علم حاصل کریں اس کے لیے بہشتی زیور خوب توجہ سے پڑھیں، سمجھنے کی کوشش کریں، بار بار پڑھتے رہیں،

بچیوں کو پڑھائیں تاکید کریں کہ بہشتی زیور دیکھا کریں۔

③ احکام قرآن پر عمل:

تیسری چیز رہ جاتی ہے کہ قرآن کے احکام کے مطابق عمل ہو۔ اس کے لیے کسی بھی ایسی شخصیت سے تعلق رکھیں کہ جس کے بیان میں اعمال کی طرف توجہ دلائی جاتی ہو۔ بداعمالیوں سے، گناہوں سے، نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہو، خاص طور پر وہ نافرمانیاں جن کا عام مسلمانوں میں دستور ہوگیا ہے ان کو گناہوں کی فہرست سے ہی نکال دیا ان کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جاتا ہو، جن کے بیان میں فکرِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہو، کسی ایسے اللہ والے کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے مواعظ کی کتابیں پڑھیں، کیسٹیں سنیں اس سے فکرِ آخرت پیدا ہوگی۔ بتایئے کوئی چیز باقی رہ گئی، اس میں سارا ہی دین آگیا مگر یہ جو رجحان لوگوں میں پیدا ہوگیا ہے کہ ذرا دین کی طرف مائل ہوئے تو اپنی بچیوں کو اسکول کالج سے اٹھالیتے ہیں یہ تو بہت اچھا کرتے ہیں لیکن پھر وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ ان کی بچی حافظہ، قاریہ، مقرئہ، عالمہ، فاضلہ بن جائے اور پھر جب بچی حافظہ بن گئی تو کہتے ہیں کہ اگر تراویح میں سنائے گی نہیں تو اس کو قرآن یاد کیسے رہے گا؟ گناہ کرو گناہ، کبیرہ گناہ کرو اس لیے کہ بچی کو حافظہ بنالیا تو اب قرآن کو پکا بھی تو رکھنا ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ جو تین چیزیں میں نے بتائی ہیں لڑکیوں کے لیے وہ کافی ہیں البتہ مردوں کے لیے پورے علم دین کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ خواتین کو کیا ضرورت پڑی ہے ان چیزوں کو حاصل کرنے کی؟ ان پر جتنا علم حاصل کرنا فرض ہے اس کی تفصیل میں نے بتادی۔ اس بارے میں میرا رسالہ ''اکرام مسلمات'' دیکھیں۔

④ شبینہ:

شبینہ کی جو بدعت چل نکلی ہے اس میں شہرت ونمود کے علاوہ اور بھی کئی مفاسد ہیں،

اس بدعت کی مختلف صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

ایک صورت تو یہ ہے کہ جو قاری صاحب مسجد میں تراویح پڑھانے کے لیے معین ہیں وہی ایک دوراتوں میں پورا قرآن سنادیں۔اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① شہرت ونمود، دکھاوے کے لیے کوئی کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② اکثر نمازی شریک نہیں ہوسکتے۔

③ کئی لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں جب امام صاحب رکوع میں جاتے ہیں تو شریک ہوجاتے ہیں جو قرآن مجید کی کھلی بے حرمتی ہے۔

④ کئی لوگ اونگھتے رہتے ہیں، بار بار چائے پیتے ہیں یا منہ میں لونگ یا کالی مرچ وغیرہ رکھتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ عمل اتنا ہی کرو جتنا انشراح اور رغبت سے ہوسکے۔

⑤ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن سننے کی سنت پوری ہوگئی اس کے بعد وہ تراویح پڑھتے ہی نہیں یا اپنے گھر میں چھوٹی سورتوں سے پڑھ لیتے ہیں، بعض تو بے ہمتی اور سستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں لیکن اکثر دنیا کمانے کی ہوس میں کرتے ہیں کہ روزانہ تراویح میں قرآن سنیں گے تو دنیا کمانے میں بہت بڑا نقصان ہوگا، دنیائے مردار کے عشق میں شبینہ میں شرکت کی بہانہ سازی۔

⑥ شبینہ میں قرآن مجید لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے جس سے اہل محلّہ کو تکلیف ہوتی ہے، بعض کمزور یا مریض ہوتے ہیں جن کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے، بعض دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں صبح جلدی ہی پھر کام پر جانا ہوتا ہے، شبینہ والے ظالموں کو بوڑھوں اور بیماروں پر رحم نہیں آتا تو ایسے مشغول لوگوں پر کیا رحم کھائیں گے، بات یہ ہے کہ آہستہ پڑھتے ہیں تو لوگوں میں نام کیسے ہوگا جو شبینہ سے اصل مقصد ہے۔

⑦ عموماً شبینہ میں پڑھنے والے قاری زیادہ ہوتے ہیں جن میں باہم تقابل اور مقتدیوں سے زیادہ سے زیادہ داد حاصل کرنے میں تسابق کی کوشش ہوتی ہے، پھر مقتدیوں میں بھی یہی باتیں چلتی ہیں کوئی ایک کو فوقیت دے رہا ہے تو کوئی دوسرے کو، اس سے بسا اوقات بعض قاریوں کی توہین بھی ہو جاتی ہے۔ یہ قباحت حسن قراءت کے مقابلہ میں بھی ہے۔

دوسری صورت:

عام تراویح پڑھانے کے بعد مسجد ہی میں دوسرے ایسے لوگ شبینہ میں تراویح پڑھیں جنہوں نے پہلے تراویح نہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① ایک مسجد میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

② پہلی جماعت میں حاضری کی کمی، جس سے مسجد اور اسلام کی رونق میں کمی ہوتی ہے۔

تیسری صورت:

جو لوگ پہلے تراویح پڑھ چکے ہوں وہ مسجد کے اندر نوافل میں شبینہ کریں، اس میں ایک مزید قباحت یہ بھی ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

چوتھی صورت:

مسجد سے باہر کہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① مسجد کی جماعت کو کاٹنا، مسجد، اسلام و اہل اسلام کی رونق کو کم کرنا۔

② عموماً ایسے لوگ عشاء کے فرض بھی وہیں پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں پڑھتے جبکہ بلا ضرورت شرعیہ فرض میں مسجد کی جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں۔ اگر فرض مسجد میں پڑھ کر تراویح کے لیے مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو اس میں بھی دو قباحتیں ہیں:

① ناواقف لوگ سمجھیں گے کہ تراویح نہیں پڑھتے اور مظنہ تہمت سے بچنا فرض ہے۔

⑤ تراویح سے اعراض کے ساتھ مشابہت ہے۔

⑥ چندروزہ ختم:

اس میں بھی وہ سب مفاسد ہیں جن کی تفصیل شبینہ کے بیان میں بتا چکا ہوں، مزید یہ کہ بقیہ ایام میں اگر چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ ناموزونیت نماز وقرآن کے احترام کے خلاف ہے۔

⑦ ستائیسویں رات میں ختم:

اس میں یہ مفاسد ہیں:

① ہر جگہ اس کا التزام ہونے لگا ہے، امر مستحب پر بھی فرض یا واجب جیسا دوام و التزام جائز نہیں جب کہ اس رات میں ختم کرنے کا تو استحباب بھی ثابت نہیں۔

② اس رات میں ختم کرنے کو زیادہ برکت اور زیادہ ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جبکہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

③ یہ دائمی معمول اس زعم پر مبنی ہے کہ یہ رات یقینی طور پر لیلۃ القدر ہے حالانکہ اس کا کوئی یقین نہیں اس کی تفصیل بھی آٹھویں نمبر میں بتاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ بقیہ دو راتوں میں تراویح بہت مختصر ہونے کی وجہ سے مساجد کی رونقیں ختم ہو جاتی ہیں جبکہ شرع وعقل دونوں کا مقتضی یہ ہے کہ رمضان کے آخر میں عبادت زیادہ کی جائے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، شاید کئی لوگ تو تراویح بھی نہیں پڑھتے ہوں گے۔

اس رات میں ختم قرآن کا استحباب بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے لیکن اس میں کچھ باتیں سمجھنے کی ہیں:

① ان کا یہ خیال اسی امر پر مبنی ہے کہ شاید یہ لیلۃ القدر ہو۔ لیلۃ القدر میں زیادہ عبادت کرنے کا تو ثبوت ہے لیکن ختم قرآن کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں۔

② مروج دستور میں تو ختم والی رات میں عام راتوں کی بہ نسبت عبادت کم ہوتی ہے اور بدعات وخرافات زیادہ۔

③ اس رات میں ختم کرنے میں فضیلت یقینی نہیں صرف متوقع ہے کہ شاید فضیلت مل جائے اور اس کے مقابلے میں آخری دو راتیں خالی رہ جانے اور دوسرے مفاسد مذکورہ یقینی ہیں۔ ایک متوقع نفع کے لیے یقینی نقصان کر لینے کی شرعاً گنجائش ہے نہ عقلاً۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا مگر پھر وہ اٹھالیا گیا۔ اس لیے کسی خاص رات کے لیلۃ القدر ہونے کا یقین نہیں۔

② یہ خیال بھی غلط ہے کہ لیلۃ القدر ہمیشہ ایک ہی تاریخ میں ہوتی ہے۔

③ لیلۃ القدر کے بارے میں ابتداءً کوئی علامت نہیں البتہ بعض روایات میں کچھ ایسی علامات کا ذکر ہے جو رات گزر جانے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، اوّلاً تو یہ علامات یقینی نہیں، دوسری بات یہ کہ رات گزر جانے کے بعد علامات تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ جنہیں جو عبادت کرنی تھی کر لی اور جنہوں نے رات غفلت میں گزار دی وہ اسے دوبارہ نہیں پاسکتے۔ رات گزر جانے کے بعد علامات معلوم ہونے سے صرف ناقص محبت والوں کو یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ اگر اس رات میں انہیں عبادت کی توفیق مل گئی تو وہ شکر گزار بندے بننے کے لیے اور زیادہ عبادت کریں گے، کامل محبت والوں کو ایسی ہمت افزائی کی ضرورت نہیں اور عوام کا یہ نقصان ہے کہ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں باقی راتیں غفلت میں گزار دیتے ہیں۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کا علم دے کر واپس لے لیا گیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اگر اس کا علم دے دیا جاتا تو لوگ اس

رات تو خوب عبادت کرتے اور باقی وقت غفلت میں گزار دیتے۔ اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہے کہ لوگ لیلۃ القدر کو جانتے ہوئے بھی اس میں گناہ کرتے تو انہیں عذاب زیادہ ہوتا۔

⑤ اس رات میں کوئی خاص عبادت متعین نہیں بسہولت جو عبادت چاہیں کریں۔ تلاوت، تسبیحات، نوافل، دینی کتب کا مطالعہ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات اور کمالات کا مراقبہ جو چاہیں کریں۔ اس کے برعکس لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ عبادت کی تعیین کردی اتنے اتنے نوافل پڑھے جائیں اور فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں یہ سب بدعات وخرافات ہیں جن پر ثواب کی بجائے عذاب ہے۔

⑥ طبیعت پر جبر کرکے تمام رات جاگنا ممنوع ہے، انشراح کے ساتھ، طیب خاطر سے جتنی دیر جاگ سکتا ہے جاگے اور جب نیند آنے لگے سو جائے۔

⑦ رات کو جاگنے کی وجہ سے فجر کی جماعت نہ نکل جائے، مسجد کی جماعت میں شریک ہوں۔

⑧ جس انشراح سے فجر کی نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھ سکیں یہ نہ ہو کہ رات بھر جاگ کر فجر کی نماز میں جھومتے رہیں۔

⑨ نفل عبادت مسجد کی بجائے گھر میں کرنا مسنون ہے مسجدوں میں جاکر ہنگامہ آرائی نہ کریں۔

⑩ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس لیے نوافل انفرادی طور پر پڑھیں۔

⑪ سب سے بڑی عبادت گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ لیلۃ القدر میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آیندہ کے لیے ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کا عزم مصمم کریں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعاء بھی کریں۔

(لیلۃ القدر کے بارے میں مزید تفصیل حضرت اقدس کے وعظ ”لیلۃ القدر“ میں پڑھیں۔ جامع)

⑨ بسم اللہ پڑھنا:

مسئلہ یہ ہے کہ امام پورے قرآن میں ایک بار بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے تا کہ مقتدیوں کا سماع مکمل ہو جائے۔ اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ پہلی ہی رات قرآن مجید کی ابتداء ہی میں یہ عمل کرلیا جائے۔لیکن اسے لازماً ختم والی رات ہی پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① غیر ثابت امر کا التزام، اس عمل کی ختم والی رات کے ساتھ تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، بالفرض اس کا استحباب ثابت ہوتا تو بھی اس کا التزام اور اس پر دوام جائز نہ ہوتا، غیر ثابت کا التزام اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

② شرعاً وعقلاً بسم اللہ ابتداء قرآن میں تو مقصود بالذات ہے، پھر ہر سورت کے شروع میں سورتوں کے درمیان فرق بتانے کے لیے ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق بسم اللہ کو ابتداء قرآن میں ہی بلند آواز سے پڑھنا چاہیے تاکہ مقتدیوں کا سماع قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق ہو۔

③ کارِ خیر کو جلدی کرلینا بہتر ہے بلا وجہ اتنی تاخیر کیوں؟

④ ختم والی رات سے پہلے امام یا کسی مقتدی کا انتقال ہوگیا تو وہ اس سعادت سے محروم رہ گیا۔

⑩ تکرار اخلاص:

ختم والی رات سورہ اخلاص تین بار پڑھنے کا التزام کیا جاتا ہے، اس میں یہ مفاسد ہیں:

① فرائض میں سورت کا تکرار مکروہ ہے، تراویح بھی چونکہ فرائض کی طرح جماعت کے ساتھ اداء کی جاتی ہیں لہٰذا اس حکم کراہت میں بھی یہ فرائض کی طرح ہیں۔

② اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں۔

③ اس میں ثواب سمجھا جاتا ہے اور غیر ثابت کو کارِ ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

④ اس کا التزام کیا جاتا ہے جس سے مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے تو جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اس کا ترک کرنا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا:

اس کا بھی التزام کیا جاتا ہے، اس کے استحباب کے لیے ایک حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ اس حدیث سے اس کے استحباب پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کی مفصل ومدلل تحقیق احسن الفتاویٰ کی دسویں جلد (تتمہ) میں ہے۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء:

اس کا تو بہت ہی زیادہ التزام ہے، فرائض وواجبات سے بھی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① اس کا کوئی ثبوت نہیں، نماز کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ فرض کے بعد ہاتھ اُٹھائے بغیر مختصر سی دعاء انفرادا مانگے البتہ نوافل کے بعد انفرادا ہاتھ اٹھا کر طویل دعاء مانگنا صحیح ہے۔

اس کی مفصل ومدلل تحقیق میرے رسالہ "**زبدة الكلمات في حكم الدعاء بعد الصلوٰت**" میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں ہے اور مستقل بھی چھپا ہوا ہے جس کا نام ہے "نمازوں کے بعد دعاء۔"

تنبیہ:

احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں کچھ اہم مباحث رہ گئے تھے جو دسویں جلد میں ہیں۔ فرائض کی طرح تراویح بھی جماعت سے پڑھی جاتی ہیں لہٰذا دعاء کے مسئلہ میں

بھی یہ بحکم فرائض ہیں، غالباً وتر کے بعد بھی اسی طرح دعاء مانگنے کا التزام کیا جاتا ہے جب کہ وتر کا بحکم فرض ہونا تو اور بھی زیادہ ظاہر ہے۔ تراویح کے بعد دعاء میں یہ بدعات ہیں:

① بوقت دعاء ہاتھ اٹھانا۔

② اجتماعاً کرنا۔

③ امام کی اقتداء میں کرنا۔

④ بلند آواز سے کرنا۔

⑤ ان سب بدعات کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا:

اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① مال وقف سے کرنا حرام ہے۔

② مال وقف سے نہ ہو تو بھی چونکہ اس کا التزام کیا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا:

مٹھائی تقسیم کرنے کی مروج رسم میں کئی قبائح ہیں مثلاً:

① اسے مستقل ثواب سمجھا جاتا ہے جو دین پر زیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

② اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ کسی حال میں بھی اس رسم کو ترک نہیں کیا جاتا، التزام کی وجہ سے تو مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جس کا استحباب ہی ثابت نہ ہو۔

③ وقف کی رقم سے اس پر صرف کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ خرچ مصارف مسجد میں سے نہیں لہٰذا منتظمہ کمیٹی پر شرعاً اس رقم کا ضمان واجب ہوگا۔

④ بلاضرورت شرعیہ چندہ کرنا ناجائز ہے اس میں دین اور قرآن مجید کی تحقیر وتذلیل ہے۔

⑤ چندہ میں اگر خطاب خاص کیا گیا یا ایسی مجلس میں خطاب عام کیا گیا کہ جس میں کچھ خاص لوگ شریک ہوں تو ان دونوں صورتوں میں چندہ دہندگان کی رضا اور طیب خاطر متیقن نہیں، بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیاء کی وجہ سے رقم دی ہوگی، لہٰذا اس رقم سے خرید کردہ مٹھائی حلال نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسه (مسند الامام احمد)

کسی کا مال حلال نہیں جب تک کہ اس کے شرح صدر کا یقین نہ ہو جائے۔ اس کا یقین ہو جائے کہ خوشی سے دے رہا ہے جبکہ آج کل تو چندہ مانگنے والوں کا طریقہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے گلے پر انگوٹھا رکھ کر زبردستی نکلواتے ہیں وہ تو ویسے ہی حرام ہو گیا۔

⑥ ایسے موقع پر چندہ دینے میں وہ لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں جن کی آمدن حرام ہوتی ہے اس کی دو وجہیں ہیں:

① حرام خوروں کے پاس پیسہ بہت ہوتا ہے، بینک اور انشورنس والوں کے پاس پاخانوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔

② حرام خور شیرینی وغیرہ کے لیے اور مساجد میں دریاں، قالین اور دوسری چیزوں کے لیے پیسہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے دیندار ہیں اور وہ لوگوں پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ دیکھئے اگر بینک اور انشورنس وغیرہ کی ملازمت حرام ہوتی تو یہ مولانا صاحب یا یہ مسجدوں والے ہماری رقمیں قبول نہ کرتے یہ لوگ تو ہم سے چندہ لیتے ہیں اور خوب خوب لیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو مولوی ہماری آمدن کو حرام کہتے ہیں وہ ایسے ہی اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہیں دیکھئے ہماری آمدن تو حلال ہے۔

⑦ اگر چندہ جمع کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ حرام خوروں سے نہ لیں اور یہ بھی یقین ہو کہ چندہ دینے والے طیب خاطر سے دے رہے ہیں تو بھی ایک غلط رسم اور

بدعت کی تائید تو ہوگی اس لیے ہر حال میں اس سے احتراز لازم ہے۔

⑧ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اظہار مسرت وشکر کی غرض سے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شکر کی حقیقت تو یہ ہے کہ منعم کو راضی کیا جائے یہ کیسا شکر ہے جو منعم کو ناراض کر کے ادا کیا جارہا ہے؟

⑮ روزہ کشائی:

یہ بدعت بھی بہت عام ہے اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام ونمود، پہلے بتاچکا ہوں کہ دکھاوے کے لیے کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② غیر مکلف بچے کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے ایذاء پہنچانا۔

③ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ کچھ ہدیہ دینا لازم سمجھتے ہیں، اس کا نام تو ہدیہ ہے لیکن درحقیقت یہ قرض ہے۔ اس کی تفصیل آگے عیدی کے بیان میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ کھانے کی دعوت کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ بھی درحقیقت قرض ہے۔ اس کی تفصیل بھی ان شاء اللہ تعالیٰ عیدی کے بیان میں بتاؤں گا۔

⑤ ایسی واہیات رسم اور بدعت شنیعہ میں لگ کر مغرب کی نماز مسجد کی جماعت سے نہیں پڑھتے جب کہ مسجد کی جماعت سے پڑھنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ترک پر بہت سخت وعید سنائی ہے۔

⑥ مغرب کی نماز بہت دیر سے پڑھتے ہیں۔

⑯ افطار پارٹی:

روزہ کشائی کی بدعت کے بیان میں جو قباحتیں بتائی ہیں ان میں سے آخری تین نمبروں والی قباحتیں افطار پارٹی میں بھی ہیں یعنی:

① عموماً یہ دعوت بھی قرض ہی شمار ہوتی ہے۔

② مسجد کی جماعت کا ترک۔

③ مغرب کی نماز میں بہت زیادہ تاخیر۔

ان کے علاوہ دو قباحتیں مزید ہیں:

④ ریاء و نمود، لوگوں میں اپنے مال کی نمائش کے لیے لوگ اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

⑤ دنیائے مردار حاصل کرنے کے لیے لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے اصحاب منصب و مال کی دعوت کرتے ہیں۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا:

کھجور یا پانی سے افطار کرنے کی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں یہ خوبیاں ہیں:

① ہر جگہ بسہولت مل سکتی ہیں۔

② بہت سستی ہیں۔

③ حلق سے بہت جلد اتر جاتی ہیں۔

④ اٹھا کر مسجد میں لے جانا بہت سہل ہے۔

⑤ مسجد میں کھانے سے مسجد کی تلویث اور بے حرمتی نہیں ہوتی۔

اس زمانے میں بوقت افطار مختلف اقسام کے ماکولات و مشروبات کی رسم چل نکلی ہے جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① گھر میں کھا کر نکلیں تو جماعت نہیں ملے گی۔

② مسجد میں ساتھ لے جائیں تو اتنی چیزیں اٹھا کر لے جانے کی مشقت۔

③ مسجد میں اتنے ماکولات و مشروبات کھانے پینے سے نماز میں غیر معمولی تاخیر۔

④ مسجد کی تلویث و بے حرمتی۔ مسجد میں اتنے کھانے جمع کرتے ہیں اور ایسا ہنگامہ

کرتے ہیں کہ ہوٹل سے بھی زیادہ۔

⑤ رات کا کھانا دو قسطوں میں منقسم ہوگیا، پہلے بوقت افطار اور پھر دوسری قسط نماز کے بعد، یہ طبی لحاظ سے صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ:

یہ ایک نئی بدعت سننے میں آرہی ہے عید کی رات لیلۃ الجائزہ کے نام سے مسجد میں جمع ہوکر نوافل کی جماعت کرتے ہیں، اس میں یہ قبائح ہیں:

① جائزہ کے معنی ''انعام'' یہ لفظ جائزہ ہی بتارہا ہے کہ یہ رمضان میں تراویح اور روزوں پر انعام کی رات ہے، تراویح اور روزوں پر بہت انعام کا وعدہ ہے اور رمضان کے اختتام پر جہنم سے نجات کی بشارت ہے، اس لیے رمضان کا آخری دن ختم ہوتے ہی اس ماہ مبارک میں کیے گئے اعمال پر انعام ملنے کا وقت شروع ہوگیا، رات میں تراویح کا عمل ختم ہوگیا اور دن میں روزے کا عمل ختم ہوگیا، جیسے عید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے ایسے ہی اس رات میں تراویح پڑھنا ممنوع ہے، عید کے دن کی طرح عید کی رات میں بھی عمل سے چھٹی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی عمل بھی نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال ماثورہ میں سے کوئی عمل نہ کرے، عید کے دن تو نفل روزہ رکھنا بھی جائز نہیں، اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ رات کو نوافل پڑھنا بھی جائز نہ ہوتا کوئی دوسری عبادت کرے لیکن چونکہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور نوافل انفراداً پڑھے جاتے ہیں اس لیے تراویح سے پوری مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اس رات میں نوافل پڑھنے سے نہیں روکا۔

② تراویح سے مشابہت ہے جو حدود اللہ پر زیادتی ہے۔

③ نوافل کی جماعت جائز نہیں۔

④ عبادت نافلہ کے لیے اجتماع۔ اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد اول باب رد

البدعات میں ہے۔

⑤ ایسی بدعات مسجد میں کرنا اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے:

ایک بہت سخت گمراہی کی بات یہ کہ لوگوں نے چاند کے بارے میں حساب لگانے کے مختلف طریقے نکال رکھے ہیں، ان طریقوں کے ذریعہ حساب لگا کر وہ یہ بتاتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہوگا یا تیس کا، یہ ناجائز ہے شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس بارے میں شریعت نے جو اصول بتادیا کہ رؤیت کی شہادت پر مدار ہے، بس اسی اصول پر عمل کیا جائے گا دوسرے حسابوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس کے علاوہ ایک قابلِ اصلاح امر یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ایک روزے سے بچنے کے لیے اور عید کی خوشی میں چاہتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہو جائے تو اچھا ہے اور بعض تمنا کرتے ہیں کہ تیس کا چاند ہو۔ ایک دن اور مل جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ رمضان کی برکتیں حاصل کر سکیں۔ یہ دونوں طرزِ فکر صحیح نہیں۔ اگر اللہ کے ساتھ تعلق صحیح ہو تو اللہ کا بندہ تو تفویض پر عمل کرتا ہے کہ جس میں میرا محبوب راضی اسی میں میں بھی راضی، اگر میرا اللہ ایک روزہ اور رکھوائے گا تو بسر وچشم اس میں راضی اور اگر میرا اللہ عید کروا کر مجھے کھلائے پلائے تو میں اس میں راضی۔ اللہ کی تقدیر پر، اللہ کے فیصلوں پر بندے کو ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔ آپ اپنی طرف سے کچھ نہ سوچا کریں کہ کب ہوگا اور کیسے ہوگا، جب ہونا ہوگا ہو جائے گا اسی پر راضی رہیں۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا:

یہ بدعت تو نہیں لیکن اس کی کچھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں فرق کرنے کے لیے عید کی صبح کو جلدی ہی کوئی چیز کھا لی جائے۔ افطار میں جلدی کرنے کے استحباب کی وجہ بھی یہی ہے کہ غروب کے بعد روزہ ختم ہوا تو

اس کا حکم ہو جانے کے اظہار کے لیے افطار جلدی کیا جائے، حدود اللہ میں فرق کے اظہار کی شریعت میں اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ رہی میٹھی چیز کی بات تو اس کی بناء یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی صبح کو کھجوریں کھایا کرتے تھے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کھجور کی خصوصیت نہیں اسی طرح میٹھی چیز کی بھی کوئی خصوصیت نہیں، کھجوریں گھروں میں عام ہوتی تھیں، اس لیے کوئی کھانا پکانے کی زحمت کی بجائے اس آسان طریقہ پر عمل کر لیا جاتا تھا۔

㉑ سویاں پکانے کا التزام:

عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو چونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے بدعت ہے اور اگر سنت نہیں سمجھتے تو اگرچہ بدعت تو نہیں لیکن پھر بھی فرض واجب کی طرح التزام بہت قبیح رسم ہے۔ اگر کوئی ضروری نہ سمجھتا ہو تو بھی اس غلط رسم کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

㉒ سویوں کا مبادلہ:

ہر گھر میں سویاں پکتی ہیں پھر بہت اہتمام والتزام سے ایک دوسرے کے گھر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ رسم بھی لغو اور واجب الترک ہے۔

㉓ نمازِ عید یا خطبہ کے بعد دعاء:

خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں، نمازِ عید کے بعد اثباتِ دعاء کے لیے دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں لیکن ان سے استدلال میں کلام ہے اور نمازوں کے بعد استحبابِ دعاء کے کلیہ میں داخل کرنے میں بھی یہ اشکال ہے کہ نماز کے بعد متصل بلا فصل خطبہ ہے، دوسری بات یہ کہ خطبہ بھی دعاء ہے، مزید یہ کہ اس دعاء میں کئی واضح بدعات بھی شامل کر دی گئی ہیں:

① دعاء کا التزام اور تارک پر نکیر شدید۔

② رفع یدین۔ یہ پہلے بتا چکا ہوں کہ فرائض کے بعد دعاء میں رفع یدین ثابت نہیں اور نماز عید بھی بحکم فرائض ہے۔

③ بلند آواز سے دعاء کرنا اور اس کا ایسا التزام کہ اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

④ اجتماعیت اور اس کا التزام نمبر ۳ سے بھی زیادہ۔

⑤ امام کی اقتداء اور اس کا التزام، اس پر شدت بھی گزشتہ دو نمبروں سے کم نہیں۔

ان وجوہ کی بناء پر اس رسمی دعاء سے احتراز لازم ہے۔

㉔ نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ:

نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول ملاقات ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، یہ بدعت روافض کی ایجاد ہے، اس لیے اس سے احتراز واجب ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو زجر و توبیخ کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو حسب قدرت اسے سزا دی جائے۔ معانقہ کا مروجہ طریقہ تو ویسے ہی بہت قبیح اور بڑا خطرناک ہے، اس کی تفصیل رسالہ ''مصافحہ و معانقہ'' میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی آٹھویں جلد میں ہے۔

㉕ عید مبارک کہنا:

عید کی مبارک باد دینا لینا جائز ہے لیکن اسے سنت سمجھنا جائز نہیں، سنت سمجھنا بدعت ہے پھر ضروری سمجھنا اور بھی بڑی بدعت اور انہی مخصوص الفاظ ''عید مبارک'' کو سنت یا ضروری سمجھنا بہت بڑی بدعت ہے۔

㉖ عیدی لینا دینا:

عیدی لینے دینے میں یہ قباحتیں ہیں:

① فخر و نمود۔

② اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو بدعت ہے۔

③ عموماً مبادلہ کی نیت ہوتی ہے، پھر مبادلہ بھی بصورت قرض جس میں مزید کئی قبائح ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

① یہ قرض جبراً وصول کیا جاتا ہے اس طرح کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے اور جبراً کسی سے کچھ لینا حرام ہے۔

② بلا ضرورت قرض لینا دینا ناجائز ہے۔

③ پھر ظلم یہ کہ اس قرض کو ہدیہ کا نام دیا جاتا ہے جو اصطلاح شریعت کو بدلنا ہے۔ ہدیہ تو دلیل محبت و باعث ازدیاد محبت ہوتا ہے اس لیے اس کا عوض لینے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی لیکن قرض کی حقیقت اس کے برعکس ہے یہ قاطع محبت ہے، اس کا نام ''قرض'' رکھا ہی اسی لیے گیا ہے کہ یہ محبت کی مقراض یعنی قینچی ہے۔

④ قرض کا حکم یہ ہے کہ جب بھی استطاعت ہو اداء کر دیا جائے لیکن یہ قرض مواقع معہودہ کے سوا اداء نہیں کیا جاتا اگر کوئی دینا چاہے تو قرض خواہ قبول نہیں کرتا مواقع معہودہ پر ہی قبول کرتا ہے یہ بھی مستقل گناہ ہے، کیا معلوم کہ موقع تک زندگی ہوگی بھی یا نہیں، قرض اداء کر سکے گا یا نہیں، خدانخواستہ قرض اداء کرنے سے پہلے موت نے آدبوچا تو کیا بنے گا، مقروض کی موت کی صورت میں اس کے ورثہ کا اداء کرنا یقینی نہیں اور قرض خواہ کی موت کی صورت میں اس کے تمام ورثہ پر قرض کو تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے جبکہ اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ عرف کے مطابق مواقع معہودہ پر کسی ایک وارث کو دیا جاتا ہے اور وہ اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا ہے دوسرے ورثہ کے حق کا خیال تک نہیں آتا۔

⑤ کئی قرض خواہ قرض وصول کرنے سے پہلے مرجاتے ہیں تو یہ قرض اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر کئی وارث بھی مرجاتے ہیں تو بصورت مناسخہ تقسیم

در تقسیم و نقل در نقل ہو کر اتنا پھیل جاتا ہے کہ سب اہل حقوق اور ہر ایک کے حق کی مقدار کا معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، اس لیے مقروض اگر کسی وقت قرض اداء کرنا بھی چاہے تو اس کے لیے ان حقوق العباد سے سبکدوش ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی، بے شمار لوگوں کے حقوق کا بوجھ لے کر مرے گا۔

② اس رسم کا فرض و واجب کی طرح التزام کیا جاتا ہے جب کہ ایسے التزام سے امر مندوب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے۔

③ دینے والے کی نیت عوض لینے کی نہ ہو تو بھی جس کے بچوں کو عیدی دی جاتی ہے وہ اسے اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس کا عوض دینا ضروری سمجھتا ہے۔

⑤ معاوضہ کی ناجائز رسم کی تایید و ترویج ہے۔

⑥ دیکھنے سننے والوں کے لیے ناجائز رسم کے ارتکاب کی بدگمانی و مظنہ تہمت۔

⑦ بچوں کے دلوں میں مال کی محبت پیدا ہوتی ہے، اس لیے اپنے بچوں کو بھی پیسے ہرگز نہ دیا کریں، بچوں کو پیسے دے کر ان کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کی بجائے انہیں صدقہ و خیرات، جہاد اور دین کے دوسرے کاموں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے رہنا لازم ہے۔

㉗ ہر عید پر نیا جوڑا بنانا:

عید کے موقع پر نیا لباس پہننا مستحب ہے مگر اس کے لیے یہ تو ضروری نہیں کہ ہر عید پر نیا جوڑا بنایا جائے۔ ایک جوڑا بنا لیا عید کے دن پہنا اور پھر اتار کر حفاظت سے رکھ لیا، پھر دوسری عید میں بھی وہی پہن لیا، اس طرح ایک ہی جوڑا کئی سال چلے گا، میں اور میرے گھر والے ایسا ہی کرتے ہیں، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ضرورت کے لیے تین جوڑے کافی ہیں ایک جمعہ اور عید کے لیے دوسرا عام حالات کے لیے اور تیسرا محنت و مزدوری کے وقت پہننے کے لیے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی

کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ ہر جمعہ اور ہر عید کے لیے نیا جوڑا بنانے کا نہیں فرمارہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایک بہتر قسم کا جوڑا جمعہ اور عید کے لیے مختص کر لیا جائے اور ہمیشہ وہی پہنا جائے جبکہ پہلے زمانے میں کپڑا جلدی خراب ہو جاتا تھا، دو تین بار دھلنے سے اس کی رونق ختم ہو جاتی تھی اور دیکھنے سے پتا چل جاتا تھا کہ پرانا ہے لیکن اس زمانہ میں تو کپڑے ایسے بن رہے ہیں کہ مہینوں استعمال ہونے کے بعد بھی نئے پرانے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ ہر عید پر نیا جوڑا بنانے میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام ونمود۔

② ضرورت سے زیادہ مال واسباب جمع رکھنا اور اسے بار بار دیکھنا دنیا کی ہوس کی دلیل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سخت وعید ہے، تیسویں پارے کے آخر میں سورہ ہمزہ اسی بارے میں ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ o الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ o يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ o كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَاالْحُطَمَةُ o نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ o الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ o اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ o فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ o (۱۰۴-۱تا۹)

دیکھیے جہنم کی کیسی سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ کبھی کسی سے ایسی کوئی غلطی ہو جائے تو پہلا جوڑا کسی مسکین کو دے دے۔ سوچیے! پھر سوچیے! پھر سوچیے! کہ زیادہ جوڑے جمع کر لی تو جان کیسے نکلے گی؟

③ اس سے دنیا کی ہوس بڑھتی ہے، دوسرے نمبر میں تو بتایا تھا کہ یہ دنیا کی ہوس کی دلیل ہے، اس تیسرے نمبر میں بتا رہا ہوں کہ اس سے دنیا کی ہوس اور زیادہ بڑھتی ہے۔

④ جن کے پاس اتنی وسعت نہیں ہوتی وہ قرض لے کر بلکہ اور بھی کئی ناجائز ذریعے اختیار کر کے اس ہوس کو ضرور پورا کرتے ہیں۔

عام طور پر دستور ہے کہ عید کے بالکل قریب جا کر کپڑے خریدتے ہیں اس میں مزید یہ قباحتیں ہیں:

⑤ اپنے افلاس کا اظہار کہ پہلے اس کے پاس اتنی گنجائش نہ تھی۔

⑥ حب مال جیسے مہلک مرض کا اظہار کہ پیسے موجود ہونے کے باوجود عین وقت سے پہلے نکالنے کو دل نہیں چاہتا۔

⑦ عید کے قریب ہر چیز مہنگی ہوتی ہے، اس وقت میں خریداری سے دنیا کا بندہ اپنی دنیا کا بھی نقصان کرتا ہے۔

⑧ ان دنوں میں بازاروں میں اور دوکانوں پر مردوں اور عورتوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے جو احمق لوگوں کو تو شاید اچھا لگتا ہو لیکن عقلمند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے، دین کا نقصان الگ۔ اللہ تعالیٰ عقل اور دین کی فکر عطاء فرمائیں۔

⑳ شش عید منانا:

عید کے بعد جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں انہیں ’’شش عید‘‘ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عید کے بعد ہیں، لیکن اب معلوم ہوا کہ بعض احمق عقل و دین دونوں سے کورے ’’شش عید‘‘ کا مطلب یہ سمجھنے لگے کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جائے اس لیے انہوں نے یہ بدعت شروع کر دی، عید منانے لگے، یہ بہت سخت بدعت ہے، شریعت پر زیادتی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ مجھے تو ایسی حماقت اور بے دینی کی بات سن کر بہت تعجب ہوا، یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں کوئی ایسا احمق بھی ہو سکتا ہے لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے خاندان ایسے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطاء فرمائیں۔ یہ بدعت ظاہر ہونے کے بعد ان روزوں کو ’’شش عید‘‘ کہنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ لفظ بولنے سے اس خطرناک بدعت کی تائید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کی بدعات ومنکرات سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین